تینِ توپیان

جو

دورِ جدید کی ایک فرانسیسی فارس کا عکس ہے

ایکٹنگ ایڈیشن

از

نور الٰہی و محمد عمر

بار اول ۱۰۰۰ سنہ ۱۹۲۵ء قیمت مجلد ۸ر

تقریب

گو فارس "نقل یا داستان مضحکہ خیز کوئی بلند پایہ چیز نہیں ہے لیکن جب اس کا رنگ جمتا ہے تو ٹریجڈی اور کومیڈی ایسی پُر وقار اصناف کی بہار بھی ماند پڑ جاتی ہے ٹریجڈی حسن تخیل۔ منطق اور نفسیات پر اتراتی ہے۔

کومیڈی تعریض اور ہجو ملیح کے کھونٹے کے بل اتراتی ہے۔

مگر فارس ادبیات کی استمداد کے بغیر اور بلا کسی کے سہارا دئے ساری محفل پر چھا جاتی ہے۔

اس میں کلام نہیں کہ کومیڈی تمدن، معاشرت بلکہ سیاست کے متعلق مزے مزے کی چٹکیوں سے افسردہ طبائع میں ایک قسم کا ہیجان ضرور پیدا کر دیتی ہے اور بعض اوقات خود بخود سا اِن ظرافت بھی بہم پہنچ جاتا ہے مگر قہقہہ آفرینی اس کا مقصود بالذات نہیں۔ یوں کوئی مزے میں آ کر ہنس پڑے ورنہ آرٹ کومیڈی کو خندہ زنی کا آلۂ کار نہیں بنانا چاہتا۔

برعکس اسکے فارس کو دل لگی کے ماسوا اور کسی بات سے سروکار نہیں جب کومیڈی میں حقیقی لوازم کے عناصر کم ہو جائیں اور ہنسی مذاق کیطرف زیادہ توجہ

کی جائے تو اُسے اصطلاح میں لو کومیڈی (حقیر کومیڈی) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

جب ان محاسن سے قطعاً اعتراض کیا جائے۔ تو فارس کا رنگ غالب آجاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ارباب فن کے عندیہ میں فارس کومیڈی کی ادنیٰ ترین قسم ہے لیکن خواہ کچھ بھی ہو اب تو باندی نے رانی بنکر خودمختاری کا اعلان کردیا ہے یا اصل کلام کومیڈی میں بلند آہنگ ظرافت کی تلاش بیکار ہے کہ یہ جنس صرف فارس کے بازار میں مل سکتی ہے

بعض حضرات ثقاہت پسندی کے باعث فارس کو حقارت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اُسکی سرپرستی اپنے ذوقِ سلیم اور ثقاہت کے منافی خیال کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر ٹریجڈی اور کومیڈی کو مکتبِ حیات سے تشبیہ دی جائے تو فارس بمنزلہ بازیچۂ اطفال ہے۔

جس طرح تعلیم کے بعد بچے کھیل کود کے لئے بیقرار ہوجاتے ہیں اسی طرح مشاغل اور تکدرات زندگی سے تنگ آیا ہوا انسان کسی ایسی تفریح کا جویاں ہوتا ہے جو دو گھڑی کے لئے اس کے دل و دماغ کو دنیا و مافیہا کے تفکرات سے آزاد کردے۔ مگر یہ کام ٹریجڈی اور کومیڈی کی بساط سے باہر ہے۔

ان میں گو تفریح کا عنصر موجود ہے مگر ان کے دیکھنے سے دماغ اور ذہن پر ضرور بار پڑتا ہے۔ کیونکہ ٹریجڈی تنازع بقا کا مُرقع اور کومیڈی انسانی خامیوں کی تصویر پیش کرتے ہیں پھر اس فضا میں پہنچاتی ہیں جس سے ہم بھاگنا چاہتے ہیں تو فارس ان جھمیلوں میں پڑتی ہی نہیں۔ اس کا تو یہ قول ہے کہ ؎

اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

ٹریجڈی اور کومیڈی تو عقل کا عصا بیشک [illegible]
رکھتی ہیں لیکن فارس اس طرح بے تکان دوڑتی ہے [illegible]
کے بے خود ہو جاتا ہے اسی خود رفتگی کا پیدا کرنا [illegible]
فارس کا راستہ اس قدر خطرناک ہے کہ قدم قدم پر ٹھوکر [illegible]
ظرافت پیدا کرنے کی کوشش میں دامنِ تہذیب کو ہاتھ سے [illegible]
نہیں اور اگر فارس دائرۂ تہذیب سے باہر نکل گئی تو [illegible]
سوقیانہ چیز رہ جاتی ہے جو نقالوں اور بھانڈوں کے یہاں [illegible]

مجنوں
۴ مارچ ۱۹۲۵ء

دروازہ

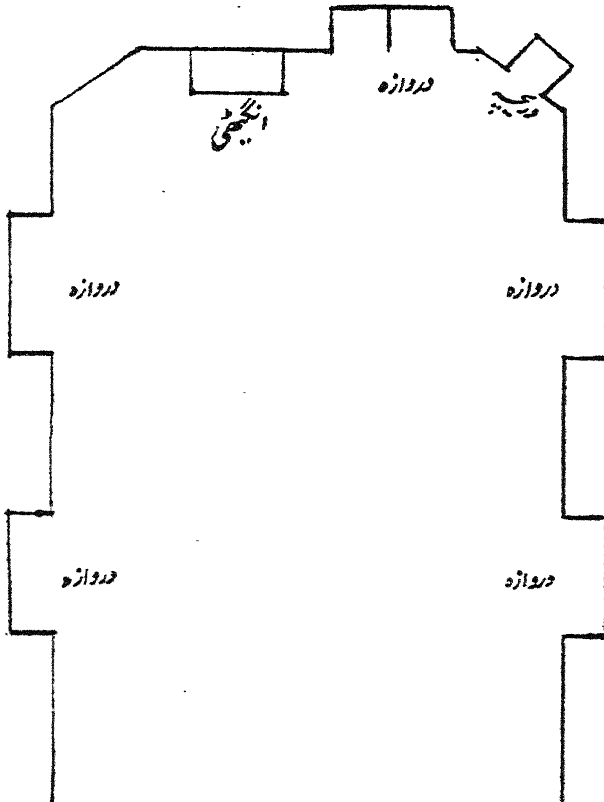
دروازہ

ارکانِ ڈراما

ضامن علی	ایک رئیس
رفاقت بیگ	ضامن علی کا مہمان
رسالدار شہامت خاں	حسن آرا کا عاشق
مولوی ریاض	ایک خوشنویس مہرالنسا کا باپ
نورجہاں	ضامن علی کی بیوی
حسن آرا	ضامن علی کی بیٹی
مہرالنسا	رفاقت بیگ کی معشوقہ
رمضانی	ضامن علی کا ملازم
خادمہ	ضامن علی کی خادمہ

مقام	لاہور
سین	ضامن علی کا گھر
وقت	عہد حاضرہ
لباس اور طرزِ زندگی	ملا جلا انگریزی اور ہندوستانی

سٹیج



تین پُتلیاں

سین اوّل

مغربی طریق سے آراستہ کمرہ جس کے پانچ دروازے ہیں دو بائیں دو دائیں۔ ایک درمیان میں۔ درمیانی دروازہ کے پاس انگیٹھی بنی ہے کمرے کے وسط میں ایک صوفا اور چند آرام کرسیاں رکھی ہیں۔ پردہ اُٹھتے وقت بیٹھی سروں میں باجا بجتا ہے۔ سٹیج خالی ہے روشنی مدھم ہے ایک کونے میں لکھنے کی میز ہے۔

ایک طرف سے ضامن علی آتا ہے اِدھر اُدھر دیکھ کر دبے پاؤں سامنے کے دروازے سے چلا جاتا ہے کوٹ کا کالر چڑھا ہوا۔ کوٹ بارش سے تر ہے۔ ٹوپی سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔

اس کے ایک منٹ بعد رفاقت آتا ہے اس کے ہاتھ میں کیچڑ سے لتھڑا ہوا بوٹ ہے وُہ بھی ضامن علی کی طرح حرکات کر کے دبے پاؤں دُوسرے دروازے سے چلا جاتا ہے۔ ایک منٹ بعد تیسرے دروازہ سے رمضانی آنکھیں ملتا ہوا جیسے ابھی سو کر

اُٹھاہے۔ آتا ہے۔ جمائیاں لیتا ہے۔ فرش صاف کرنے کا برش ہاتھ میں ہے

رضا نی اصولاً سچ ہے کہ نوکر سے مزدور بھلا جو سووے اپنی نیند۔ اس نوکری کی دُم کو شمد اس کم بخت نے پیٹ بھر کر سونے بھی نہ دیا۔ اور جھاڑو ہاتھ میں دے کر یہاں لا کھڑا کیا۔ نرم نرم سرہانے پر ذرا چین آیا تو نوکری کے خیال نے دماغ کا کواڑ کھٹکھٹایا۔ اصولاً کان میں آواز آئی۔ چاکری میں اکڑی کیا (انگیٹھی پر گھڑی دیکھ کر) اوہوں۔ ابھی تو چھ ہی بجے ہیں۔ جاؤں۔ چھپاٹے سے دراز ہو جاؤں (میز کیطرف دیکھ کر) واہ واہ رضا من میاں آج سگار کھلے چھوڑ گئے یاروں کے مزے ہو گئے اصولاً تینوں قسموں کے موجود ہیں۔ (ایک بکس اٹھا کر) یہ آٹھ آٹھ آنے کے ہیں جو وہ خود پیتے ہیں۔ (دوسرا بکس اٹھا کر) یہ شاید دو دو آنے کے ہیں۔ ان سے اپنے دوستوں کی تواضع فرماتے ہیں (تیسرا بکس اٹھا کر) اس خوبصورت لیبل والے میں محض گوبھی کے پتے ہیں اور ۱۲ ار پیسے کڑہ ملتے ہیں ان سے اپنے سسر کا منہ جھلستے ہیں۔ اصولاً میں نہ تو ان کا سسر ہوں۔ نہ اُن کا دوست (دو نو بکس بند کر دیتا ہے) اس سے اصولاً میرا حق یہاں ہے (پہلے بکس سے چند سگار اٹھا لیتا ہے) معلوم ہوتا ہے میرا اور رضا من میاں کا دل ایک ہی سانچے میں ڈھلا ہے اور میرا تو پسند اُن

کی پابند ہے (سگار جلاتا ہے) اس گھر میں اپنے سے چین ہی چین لکھا ہے دو گھنٹے کام تو ۲۲ گھنٹے آرام - اور جب باہر گئیں بیگم تو اصولاً ۲ گھنٹے بھی ہضم (دُھواں اُڑا لیتا ہے) پرسوں سے بیگم میکے گئی ہیں اور ضامن میاں اور اُن کے یار رفاقت کی پانچوں گھی میں ہیں اصولاً سچ ہے بابا - بیوی نہیں گھر تو پھر کسی کا کیا ڈر (آرام کرسی پر بیٹھ کر سگار پیتا ہے) تمباکو کی لت گھر پھونک تماشا ہے ابھی میں چودہ سال..........

(آواز آتی ہے "رمضانی") رمضانی جھٹ کھڑا ہو جاتا ہے) دیکھئے مُرغے نے دڑبے سے سر نکالا اب اصولاً ہو گیا دُنیا میں اُجالا (آواز...... "رمضانی") میاں رمضانی اب آپ کو یہاں سے سرکنا چاہیئے کیونکہ علی الصباح جاگنے پر بیگم اور میاں کا مزاج اصولاً...... (آواز)...... رمضانی مار کھانے کی نشانی۔ مر گیا وُہیں) اونچی آواز سے) ضامن میاں نہیں مرا۔ رمضانی ڈٹا کھڑا ہے۔

(ضامن علی سونے والے کپڑے پہنے گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے ایک بڑی سی ٹوپی پشت کی طرف اُس کے ہاتھ میں ہے اُسے دیکھ کر رمضانی جلتے ہوئے سگار کا دھواں برش سے اُڑانے کی کوشش کرتا ہے اور جھٹ سگار کو جیب میں ڈال لیتا ہے)

ضامن کیا کر رہے ہو۔

رمضانی حضور۔ صفائی۔

ضامن ہوا بھی صاف کرتے ہو کیا۔

رمضانی ہاں حضور۔ اصولاً ہر چیز...... (علیحدہ) اس سگار پر خدا کی مار کمبخت نے جیب کو کر دیا فی النار۔

(چپکے سے سگار نکال کر جوتے سے بجھانے کی کوشش کرتا ہے)

ضامن (ٹہل ٹہل کر) معمولی بات ہے (رمضانی سے) مرزا رفاقت جاگے نہیں کیا

رمضانی نہیں جناب اصولاً......

ضامن تو اُنہیں جگا دو۔ اور یہاں آنے کو کہو۔ ضروری کام ہے۔

رمضانی بہت خوب (جاتا ہے پھر واپس آکر) مگر عام طور پر اصولاً وہ دس بجے سے پہلے نہیں جاگتے۔

ضامن معمولی بات ہے میں سویرے اُٹھنے کو پسند کرتا ہوں خصوصاً جب میں خود علی الصباح اُٹھ بیٹھوں۔

رمضانی (علیحدہ) معلوم ہوتا ہے کہ اصولاً نیند اچھی طرح نہیں آئی۔

(رفاقت کا کمرہ کھٹکھٹاتا ہے اندر سے آواز آتی ہے گویا کوئی سویا ہوا بولتا ہے۔)

"کیا کھٹ کھٹ لگائی ہے "

(رمضانی دوسرے دروازہ سے چلا جاتا ہے)

ضامن جلد۔ جلد۔ یہ کام بہت جلد۔ اُن کے آنے کا وقت آگیا۔ اگر اُن کے آنے سے پہلے یہ ٹوکرا (ٹوپی دکھا کر) کسی اور کے سر نہ چڑھا۔ تو

میرے تو سر کی خیر نہیں۔ وہ مارے سوالوں کے ناک میں دم کر دینگی
کرید کرید کر پوچھینگی۔ بیویوں کو یہ کیا مرض ہے کہ بال کی کھال
اُتارتی ہیں۔ پوچھے ہی چلی جاتی ہیں۔ (ٹوپی میز پر رکھدیتا ہے) اب
اِس کے مالک کو خط لکھنا چاہیئے۔

(میز کے پاس کرسی پر بیٹھتا ہے اور قلم اُٹھاتا ہے)

مکرمی۔ کل شام جلدی میں جو حرکت ہوئی اُس کے لئے نادم......

(رمضانی داخل ہوتا ہے)

رمضانی حضور مرزا رفاقت آ رہے ہیں۔

ضامن (غصہ سے) آ رہے کا بچہ۔ میں فقط یہی سُننا چاہتا ہوں کہ آ گئے ہیں۔
دِن بدن کاہل ہوتا چلا جا رہا ہے آج کا کام کل پر اُٹھا رکھتا ہے

رمضانی وہ اُٹھا کر رکھ نہیں رہے۔ بلکہ پہن رہے ہیں۔

(ہاتھوں سے پاجامہ پہننے کا نقشہ بتاتا ہے)

ضامن (خط ختم کرکے) بس اسی قدر کافی ہے (لفافہ میں ڈال کر پتہ لکھتا ہے)
بخدمت شریف جناب فضل الدین صاحب۔ رمضانی کوئی مِلنے
کے لئے تو نہیں آیا۔ آج۔

رمضانی نہیں جناب (ضامن کے چہرے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھکر) میاں آج
آپ کا چہرہ اُترا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

ضامن (اگرم ہوکر) چہرہ اُترا ہُوا ہے۔

رمضانی مُنہ پر ہوائیاں چھُوٹ رہی ہیں۔ (آئینہ دکھا کر)

ضامن (آئینہ دیکھ کر۔ جھلا کر) ہوائیاں چھُوٹ رہی ہیں۔

رمضانی ارے توبہ۔ آنکھوں میں گڑھے پڑے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ گویا قبرستان سے مُردہ نکل آیا ہے۔

ضامن دیکھو رمضانی۔ ایسی بازاری گفتگو اپنے دوستوں میں کیا کرو۔ (علیحدہ) کم بخت کہتا تو ٹھیک ہے جاؤ میرے سلیپر لاؤ (رمضانی جاتا ہے) اگر میں کسی سے کہوں۔ میرا چہرہ اُترا ہُوا نہیں یا بے خوابی سے آنکھوں میں حلقے نہیں پڑے تو کون مانیگا (رمضانی آتا ہے)

رمضانی لیجئے۔ سلیپر حاضر ہے (پھر ضامن علی کو گھور گھور کر دیکھتا ہے)

ضامن یہ کھڑے کھڑے کیا مُنہ بنا رہے ہو۔

رمضانی کچھ نہیں جناب۔ میں فقط یہ سوچ رہا ہُوں کہ آپ کا بستر ویسا ہی ہے جیسا میں نے کیا تھا۔ اصولاً اس پہ کوئی سویا ہُوا معلوم نہیں ہوتا۔

ضامن (جلدی سے) تو پھر کیا ہُوا دانت کے درد نے سونے نہ دیا۔ پلک سے پلک نہ لگی۔ تمام رات ٹہلنے میں کٹی۔

رمضانی تو مکان کی چھت کی مرمت فوراً کرا لیجئے اور کپڑوں کو آئے دن کی بارش سے شرابور ہونے سے بچا لیجئے۔ دیکھئے اس وقت تر بتر

ہو رہے ہیں جناب۔ اگر میں آپ کی عادت سے واقف نہ ہوتا۔ تو
ضرور یہی کہتا کہ آپنے پھر بیگم صاحبہ کی عدم موجودگی میں ذرا کھل
کھلنے کا موقعہ پایا ہے کہیں رتجگا منایا ہے۔ مثلاً۔۔۔۔۔۔۔

ضامن یہ گستاخی۔

رمضانی جناب میںنے پہلے ہی کہدیا تھا کہ اگر میں آپ کی عادت سے واقف
نہ ہوتا تو۔۔۔۔۔۔۔۔

ضامن (علیحدہ) یہ چھوکرا ضرورت سے زیادہ میرا راز دار ہے (نوٹ جیب سے
نکال کردیتا ہے) یا درکھو نوکر کا فرض ہے کہ وہ کچھ نہ دیکھے۔ اگر
قضارا دیکھ پائے۔ تو کبھی منہ نہ کھولے۔

رمضانی (نوٹ جیب میں رکھکر) میاں اسکی کیا ضرورت تھی حضور اطمینان
رکھیں جو تعویذ آپ نے عطا فرمایا ہے۔ یہ سب دیکھا سنا بھلا دیگا
کوئی لفظ زباں پر نہ آنے پائیگا۔

ضامن جی چاہتا ہے۔ ایسی رسید کروں کہ۔۔۔۔۔۔

رمضانی (مخاطب کرکے) لیجئے مرزا صاحب تشریف لے آئے (بڑے آئے کو لمبا کرکے)

(رفاقت بغیر کوٹ کے داخل ہوتا ہے)

ضامن اس قدر انتظار کے بعد آخر پیارے رفاقت تم آہی گئے۔ معمولی
بات ہے۔ اِس وقت میرے کام آؤ مجھے مصیبت سے چھڑاؤ۔

رفاقت (علیحدہ) یہ تو میں پہلے ہی جانتا تھا (بلند آواز سے) لیکن یہ آپ نے کیا کرم فرمایا جو مجھے میٹھی نیند سے جگایا۔

ضامن پہلے میری بات تو سُن لو۔ پھر جو کہنا ہو۔ کہو (رمضانی کو دیکھ کر جو بڑی توجہ سے کان لگائے ہے) رمضانی۔ جاؤ کوئی کام کرو۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔

رمضانی بہت اچھا (جاتے جاتے علیحدہ) کوئی دلچسپ بات شروع ہونے نہیں پاتی۔ کہ رمضانی صاحب اصولاً نکال باہر کئے جاتے ہیں۔ اس طرح بھلا کان سیئے جاتے ہیں۔ خیر کیا ہوا۔ میرے کان بھی اچھے ہیں اور دروازہ میں روزن بھی کافی فراخ ہے اس لئے جب اُس کو (کان چھو کر) اُس سے (دروازہ کی طرف اشارہ کرکے) ملایا جائے تو کیا مجال کہ ایک لفظ بھی اِدھر سے اُدھر ہونے پائے (رمضانی چلا جاتا ہے)

ضامن (رفاقت سے) بیٹھ جاؤ بھائی

رفاقت اگر آپ نے حسب معمول کوئی رام کہانی شروع کردی (جمائی لے کر) تو مجھے ضرور نیند آجائیگی (کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

ضامن (بیٹھکر) رفاقت ہم تم تو بھائی ہوئے نا

رفاقت کہہ سکتے ہیں مگر ہم سگے بھائی تو نہیں ہو سکتے۔

ضامن نہیں نہیں۔ ایسا نہ کہو۔ ہم سگوں سے بڑھکر ہیں۔ تم نے میری جان بچائی اور اُس دن سے ہو گئے میرے بھائی۔ اِس برادرانہ محبّت کے ثبوت میں تمہیں وہ راز بتاتا ہوں جو دُنیا بھر میں کسی فرد کو۔ کیا زن کیا مرد کو نہ بتاؤں۔

رفاقت اپنی بیوی سے بھی نہیں کہیئے گا۔

ضامن سب سے بڑھکر اِسی سے پوشیدہ رکھوں۔ رفاقت۔ میں گمراہ ہو گیا تباہ ہو گیا۔

رفاقت (گھبرا کر) گمراہ۔ تباہ۔ کہیئے تو آخر کیا ہُوا۔

ضامن میں نے کل تاج ہوٹل میں کھانا کھایا۔ اور جس قدر کھایا۔ اس سے زیادہ جام پر جام چڑھایا۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ ذرا۔ ذرا (ہاتھ سے نشہ ہو جانے کا اشارہ کرتا ہے)

رفاقت مست ہو گیا۔

ضامن میرا مطلب تھا کہ ذرا سر جھکا گیا۔ خیر معمولی بات ہے بس پھر گھر کی طرف لوٹا اور شاید سیٹی بجاتا آرہا تھا۔ ہاں میں سیٹی بجایا کرتا ہُوں۔ جب ذرا۔۔۔۔۔۔۔

رفاقت نشہ تیز ہو۔

ضامن میرا مطلب تھا۔ کہ سرور ہو۔ ہاں جب ملکہ کے بُت کے پاس سے

گذرا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حور- شباب کے نشہ میں چور- قدم بڑھائے پائنچے اُٹھائے میری طرف چلی آ رہی ہے- ایک نظر میں تاڑ ہی تو گیا کہ مجھ سے کوئی کام لینا چاہتی ہے-

رفاقت آپ نے بھی اُسکی جان بچائی ہو گی-

ضامن نہیں تو- بیچاری چاہتی تھی- کہ کوئی اُسے نیلہ گنبد کا راستہ بتا دے اور میں اُسے نزدیک کا راستہ بتاتا بتاتا پیرس ہوٹل پہونچ گیا ممکن ہے کہ میں نے راستہ میں اُسے کہا ہو کہ میں اُسے گھر تک پہنچا آؤنگا- خیر معمولی بات ہے-

رفاقت اور وہ راضی ہو گئی-

ضامن ہاں مگر بڑے اصرار کے بعد- ہم ہنستے بولتے رہے اور اسی عرصہ میں اچھی راہ و رسم پیدا ہو گئی- اور ہم شریف ہوٹل میں جا گھسے-

رفاقت اور جسے لوگ ....

ضامن معمولی بات ہے معاً مجھے خیال آیا اور میں نے پوچھا کہ (اشارہ سے) کچھ کھایا بھی ہے یا نہیں- اور کیا وہ کچھ تناول کریگی- اس نے کہا (سر ہلا کر بتاتا ہے نہیں ہم

رفاقت تو اس نے انکار کیا-

ضامن نہیں۔ بلکہ اپنے بھوکے ہونے کا اقرار کیا۔

رفاقت تو دعوت قبول ہو گئی۔

ضامن ہاں مگر بڑے اصرار کے بعد۔

رفاقت (ضامن کی پسلیوں میں گدگدی کرکے) تو یہ کہیئے کہ حضرت نے پری کو شیشہ میں اُتار لیا۔ راہ چلتے مال مار لیا۔

ضامن معمولی بات ہے۔ بیگانگی دُور ہوئی۔ حیا کافور ہوئی۔ تو اُس نے اپنا اور اپنے خاندان کا تمام کچا چٹھا سُنایا۔ مجھے اپنا محرم راز بنا اُس کا باپ قاضی تھا۔ جو کسی لڑائی میں کام آیا۔ نہیں شاید اُس کا بھائی تھا۔ معمولی بات ہے۔ وقت مزے سے گذر رہا تھا کہ اُس نے میرا نام پوچھا۔ میں کچھ ہچکچایا۔ اور

رفاقت مگر اپنا نام نہ بتایا۔

ضامن میرا کوئی سر پھرا تھا۔ جو اپنا نام بتاتا۔

رفاقت تو کیسے ٹالا

ضامن میں نے تمہارا نام جڑ دیا۔

رفاقت (غصے سے بیتاب ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے) میرا نام اُس آوارہ کو بت جسے چار باتوں میں سر بازار ہنتے پر چڑھایا۔

(ضامن اُسے پکڑ کر پھر کرسی پر بٹھا دیتا ہے۔)

ضامن اُس کی شرافت میں شک کرنیوالا کافر ہو جائیگا۔ خیر معمولی بات ہے۔ مگر بھائی جب تم نے میری جان بچائی۔ تو کیا میرا اتنا بھی حق نہیں کہ ذرا تمہارا نام ہی استعمال کر سکوں۔

رفافت (ناک بھوں چڑھا کر) اچھا پھر

ضامن پھر اُسے غش سا آیا۔ باہر چلنے پھرنے کی عادی نہ تھی۔ ننھی سی جان ہلکان ہو کر رہ گئی

رفافت بالکل بجا۔ (طنز سے)

ضامن (بجاجت سے) میں ٹوپی اُٹھا کر ڈاکٹر کے لیے دوڑا۔ تو پاؤں کے نیچے آیا ایک روڑا۔ ایسی ٹھوکر کھائی۔ کہ کوئی زینہ اُترنے کی نوبت ہی نہ آئی اور میں لڑھکتا ہوا چند شریفوں کے سر پر گر پڑا کسی نے کہا مستانہ۔ کسی نے کہا دیوانہ۔ مگر ایک کی شرارت دیکھئے کہ گردن پکڑ کر جو دیتا ہے دھکا۔ میں کلا بازیاں کھاتا کہیں کا کہیں جا پڑا۔ اور میری ٹوپی بدر رو میں تیرنے لگی۔ بس پھر تو مجھے بھی حرارہ آگیا۔ اور میں نے اُسکی ٹوپی کو اپنی ٹوپی کے پہلو میں پہنچایا۔

رفافت بات تو بڑھنے لگی۔

ضامن پھر دست بدست شریفانہ انداز سے شروع ہوئی۔ اُس نے

میرے گریبان پر ہاتھ ڈالا۔ میں نے اُس کے کوٹ سے منہ لگا
اُس نے میری آنکھ کو ضرب پہنچائی۔ میں نے اُسکی ناک کاٹ کھائی
(اپنے چہرے کو سہلا کر) جب ایک بھلے مانس نے پولیس پولیس کی
ہانک لگائی اور وہ ذاتِ شریف ہتکڑی لئے نازل ہو گئے۔

رفاقت اور پکڑ کر حوالات میں لے گئے۔

ضامن نہیں۔ میں نے جھٹ ٹوپی اُٹھائی۔ اور ہرن کی طرح بھاگا لیکن میرے
خوف و ہراس کی کوئی حد نہ رہی۔ جب بدقسمتی سے وہ ٹوپی اُسکی
نکل آئی۔

رفاقت اگر جَو کے بدلے گندم لے آئے۔ تو کیا بھول آئے۔ جو کچھ ہُوا اچھا
ہُوا۔ کیا مضائقہ ہے۔

ضامن نہیں۔ بہت مضائقہ ہے۔ جب سے میری دو ٹوپیاں کھوئی
گئی ہیں۔ میں اپنی ہر ٹوپی پر اپنا پورا نام اور پتہ لکھدیا کرتا
ہُوں۔ اب نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ کمبخت ناک کی سیدھ یہاں پہنچ
جائیگا۔ اور میری گت بنائیگا۔ میں تو سہہ گذرونگا۔ معمولی
بات ہے۔ مگر بیگم جو سُن پائیگی۔ تو نگنی کا ناچ نچائیگی۔

رفاقت اب کیا کریں گے آپ۔

ضامن اب اور کوئی چارا نہیں۔ اِس سے معافی مانگے بغیر میرا چھٹکارا

نہیں۔ اُس کا نام ہے (ٹوپی کو اندر سے دیکھ کر) فضل اُلدین

رفاقت رہتا کہاں ہے۔

ضامن یہی تو مصیبت ہے نام لکھا ہے۔ پتہ ندارد۔ جس کا معلوم کرنا تمہارا کام ہے۔ جلد جاؤ اور میونسپل کمیٹی سے مردم شماری کا رجسٹر اُٹھالاؤ ایک ہاتھ میں یہ معافی نامہ اور دوسرے میں ٹوپی پکڑ کر تمام لاہور کا چکر لگاؤ۔ اور جتنے فضل اُلدین ہوں۔ سب سے لپک کر مل آؤ۔

رفاقت میں کہتا ہوں۔ کہ......

ضامن اچھا انکار ہے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم اس طرح آنکھ چُرا جاؤ گے آڑے وقت میں کام نہ آؤ گے۔ تو میں مرتا مر جاتا۔ مگر تمہیں کبھی اپنی جان بچانے نہ دیتا۔

رفاقت کیا آپ کسی نوکر کو نہیں بھیج سکتے۔

ضامن واہی ہو گئے کیا۔ یہ کام اور ایک بھاڑے کا ٹٹو کریگا سرانجام۔ مرزا رفاقت یہ بتلایئے آپ نے میری جان بچائی یا نہیں۔

رفاقت (دق ہو کر) ہاں یہ کام میں کر تو بیٹھا

ضامن کیا میں نے آپ سے التجا کی تھی۔

رفاقت نہیں آپ تو غوطے پر غوطے کھا رہے تھے۔ بول کیسے سکتے تھے

ضامن اگر آپ کو اس احسان فراموشی کا نظارہ دکھانا منظور تھا۔ تو

مجھے وہیں چھوڑ دیا ہوتا۔

رفاقت مناسب یہی تھا۔ اچھا لائیے۔ وہ مقبرہ کا گنبد کہاں ہے

ضامن (خوشی سے اچھل کر) مجھے یقین تھا کہ تم میرے آڑے آؤ گے اس کے عوض میں تمہیں ایک بات بتاؤں گا (ذرا آہستہ) تمہاری مراد بر لاؤنگا (علیحدہ) میں جانتا ہوں۔ یہ میری بیٹی پر مرتا ہے اور اس راز کو سینہ میں چھپائے پھرتا ہے۔ میرے دوست خدا تمہاری آرزو بر لائیگا غنچۂ امید کھل جائے گا۔

رفاقت مجھے آنجناب کے اس اظہارِ محبت سے خوف آتا ہے۔

ضامن اب تم سمجھ گئے نا اچھی طرح۔ یہ لو چٹھی اور وہ ہے ٹوپی (رفاقت دونوں چیزیں لے لیتا ہے) میں کپڑے بدلنے جاتا ہوں اور تم جا کر کمیٹی کا دروازہ کھٹکھٹاؤ۔ اور چھپاٹے سے رجسٹر مردم شماری لے آؤ۔ (جاتا ہے)

رفاقت تین مہینے سے میری اسی طرح گت بن رہی ہے۔ میں لاہور دل بہلانے آیا۔ اور اس جنجال میں پھنس گیا۔ مجھے یہاں آئے دو ہی دن ہوئے تھے۔ کہ راوی میں میں نے ایک آدمی کو ڈوبتے دیکھا میری جو شامت آئی۔ تو میں نے جھٹ پانی میں کود کر اسکی جان بچائی اب اس نے اس شد و مد کے ساتھ شکریہ ادا کرنا شروع کیا ہے

کہ میرا ناک میں دم آگیا ہے۔ چاہتا ہوں وطن لوٹ جاؤں مگر کیا کروں
مجبور ہوں کسی کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہوں۔ مولوی ریاض کی بیٹی
مہرالنسا سے خفیہ نکاح کیا۔ اُس کو کس پر چھوڑ جاؤں لیکن حیران ہوں
کہ یہ سلسلۂ مدارات کب تک جاری رہے گا (ضامن آتا ہے)

ضامن ہیں۔ ابھی یہیں کھڑے ہیں آپ خیر سے۔ اگر بیگم آجائے۔ یا افضل الدین
آن کود ے تو

رفاقت یہ درست ہے مگر

ضامن بھائی یہ اگر مگر بے وقت کی شہنائی ہے کیا بھول گئے تم نے میری
جان بچائی ہے۔

رفاقت جہنم کو گئی جان اب چھوڑیے یہ داستان ذرا مجھے کوٹ تو پہن
لینے دیجئے مہربان (جاتا ہے اور ٹوپی جو ضامن علی نے حوالہ کی تھی۔ وہیں
چھوڑ جاتا ہے)

ضامن (جس طرف سے رفاقت گیا ہے اُس طرف منہ کر کے) بھائی تم نے ہے میری
جان بچائی۔ اگر ذرا دیر لگائی۔ تو میری ناک کی ہو جائیگی صفائی۔
میں جانتا ہوں کہ رفاقت پوری رفاقت کریگا۔ دم نہ دیگا۔ کیونکہ
میں نے اُسکی ..... ارے توبہ۔ اُس نے میری جان بچائی ہے
(بلند آواز سے) تیار ہو گئے بھائی (معمولی آواز سے) اس کو اس کام

کا صلہ ملیگا۔ جلد ملیگا۔ (بلند آواز سے) کیا کوٹ کریں بہن چپ

بھائی (رفاقت آتا ہے)

رفاقت یہ کیا بھائی بھائی کی رٹ لگائی ہے۔ کوئی سُنیگا تو سمجھیگا سودائی ہے

ضامن معمولی بات ہے۔

رمضانی (گھبرایا ہوا آتا ہے) حضور ایک گاڑی احاطہ میں داخل ہوئی ہے

میں جانوں اصولاً بیگم صاحبہ تشریف لے آئیں۔

ضامن بھاگو۔ بھاگو۔ کُتّے کی طرح بھاگو۔ چھٹی کا خیال رکھنا (رفاقت جاتا ہے

اس دروازے سے نہیں۔ اِدھر سے وہ آئینگی (ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہے)

اتنا کرم فرمانا۔ کہیں رجسٹر مردم شماری نہ بھول جانا اور اُس کا نام

فضل الدین ہے یاد رکھنا۔

(رفاقت دُوسرے دروازہ سے چلا جاتا ہے)

ضامن اب بیوی کی آنکھوں میں خاک ڈالنا ہے (اخبار ہاتھ میں لے کر

کرسی پر بیٹھ جاتا ہے آنکھیں کہیں لگی ہوتی ہیں خیال کہیں ہوتا ہے نورجہاں

اور اُسکی بیٹی حسن آرا داخل ہوتی ہیں اخبار ہٹا کر) شکر ہے تم واپس آئیں

خیریت تو رہی نا۔

نورجہاں تم اُداس ہو گئے تھے کیا۔

ضامن اُداس۔ بالکل اُداس۔ تنہائی نے پریشان کیا از حد حیران کیا

نورجہاں یہ خلافِ معمول اتنی سویرے جاگ کیسے اُٹھے

ضامن ہاں میں سحر خیز نہیں۔ مگر ... مگر کوئی بہانہ نہیں سوجھتا ہنس دیتا ہے)

رمضانی (پھرتی سے) مگر رات کو خلافِ معمول جلد سو گئے اس لئے اصُولاً جلد آنکھ کھُل گئی۔

ضامن (علیحدہ رمضانی سے) چُپ رہو جی۔

رمضانی (علیحدہ ضامن سے) جناب یہ معاملہ مجھ پر چھوڑ دیئے۔ دیکھئے کیا بات بناتا ہوں۔ جھوٹے کو سچا کر دکھاتا ہُوں۔

نورجہاں (اچھی طرح دیکھکر) دو ہی دن میں تم تو آدھے بھی نہ رہے۔ جب میں کہیں جاتی ہوں۔ واپسی پر تمہیں بُرے حالوں پاتی ہُوں۔

ضامن (منہ بناکر اور زہر خندہ کرکے) ہاں۔ ہاں مگر بات یہ ہے کہ..... کہ...

رمضانی (پھرتی سے) کہ رات بھر دانت کے درد نے سونے نہ دیا۔

حسن آرا (ہمدردانہ انداز سے) آبا پیارے۔ اب سے دُور۔ کمبخت دانت نے بہت ستایا آپ کو۔

ضامن (لمبی سانس لیکر) ہاں بیٹی بہُت دُکھ اُٹھایا۔ کہیں صبح کو آرام آیا۔ (جلدی سے) اچھا یہ تو کہو کہ تمہاری چچی کے گنٹھیا کا کیا حال ہے۔

نورجہاں گنٹھیا! اُنہیں تو ہے دمہ

ضامن (سر کھجا کر معمولی بات ہے گنٹھیا موت کا پیام ہے اور دمہ ملک الموت کا

سلام ہے۔ اس سوءِ ہضمی نے حافظہ خراب کر دیا۔ صبح مرض تک
یاد نہ رہا

نورجہاں دیکھو نا۔ چہرہ کتنا اُتر گیا ہے کوئی دوا منگواؤ۔

ضامن ہاں نہیں۔ موسم ہی ایسا ہے۔ قیامت کی گرمی ......

نورجہاں گرمی! سردی کہیئے سردی

ضامن معمولی بات ہے۔ وہاں سردی ہو گی۔ مگر یہاں تو میں نے کل کا دن
انگاروں پر کاٹا۔

حسن آرا (نورجہاں سے علیحدہ) اُمی جان۔ شہامت کی بات بھول نہ جانا۔ ابا جان
کو ابھی بتانا

نورجہاں اطمینان رکھو۔ ابھی بات طے کرتی ہوں۔

حسن آرا یاد ہے نا۔ وہ پہنچا ہی چاہتے ہیں۔

نورجہاں (ضامن سے) تم جانتے ہو فضل الدین کو

ضامن (اچانک سوال سے گھبرا کر) فضل۔ فضل۔ فضل الدین (علیحدہ) بھانڈا پھوٹ گیا

نورجہاں فضل۔ فضل۔ فضل الدین نہیں بلکہ صرف فضل الدین۔

ضامن معمولی بات ہے مگر میں نے آج تک کبھی یہ نام تک نہیں سُنا نہ اسے
دیکھا ہے نہ کبھی بات کی ہے۔

نورجہاں وہ جدید طرز کا شاعر ہے اور نظم "نالۂ نیم شب" کا مصنف ہے جس کا آجکل

بہت چرچا ہے۔

ضامن معمولی بات ہے۔ ہوگا کوئی۔ مگر مجھے اِن باتوں سے کیا سروکار

نورجہاں مجھے کوئی دس منٹ پڑھنے کا موقع ملا۔ کیا بتاؤں کیسی دلچسپ کتاب ہے رفاقت سو کر اُٹھیں تو ایک جلد خرید لائیں۔

حسن آرا (علیحدہ) نوج بہ نظمیں وظمیں بھاڑ میں جائیں شہامت کا ذکر ہی نہیں کرتیں آپ۔

ضامن معمولی بات ہے وہ جاگے اور کتاب آئی۔ توبہ۔ توبہ میں بھولا۔ وہ تو باہر گئے ہیں

نورجہاں اتنی سویرے بلکہ منہ اندھیرے

ضامن ہاں۔

نورجہاں اےلو۔ وہ واپس آرہے ہیں۔

(رفاقت سانس پھولی ہوئی۔ ایک بڑا سا رجسٹر بغل میں دبائے گھبرایا ہوا داخل ہوتا ہے رجسٹر کو کرسی پر پٹک دیتا ہے۔ نورجہاں وغیرہ کو دیکھ کر ادب سے)

رفاقت آداب عرض کرتا ہوں بھابی صاحبہ۔ فرمایئے خیریت سے رہیں۔

(ضامن سے علیحدہ) میں تو اسے بھول ہی گیا۔

ضامن کیا بھولے؟

رفاقت (علیحدہ) وہی کم بخت ٹوپی

ضامن کم بختی - تباہی - رکھی کہاں تھی -
رفاقت (کرسی کی طرف اشارہ کر کے جہاں سے نورجہاں اتفاقاً اُسے اُٹھا لیتی ہے) یہاں
نورجہاں یہ ہے کون مُوا (ٹوپی کے اندر دیکھ کر) فضل الدین کشمیری
ضامن (علیحدہ ہاتھ اُٹھا کر) یا معین الدین اجمیری - عزت رکھنا میری (رفاقت سے)
کہدو میری ہے -
رفاقت (بغیر سوچے سمجھے) یہ میری ہے
ضامن (گھبرائے ہوئے) ہاں ہاں رفاقت کی ہے - معمولی بات ہے
(جلدی سے ٹوپی نورجہاں سے لیکر رفاقت کو پہنا دیتا ہے چونکہ اُس کے سر سے بڑی
ہوتی ہے اس لئے چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے)
نورجہاں (حیرانی سے) یہ تو ہرگز نہیں ان کی -
رمضانی (علیحدہ) یہ تو لگے معاملہ بگاڑنے - اصولاً پھر میری مدد کے محتاج ہیں
(ضامن علی اور نورجہاں کے بیچ میں آ کر)
نہیں جناب - یہ تو وہ ٹوپی ہے جو آپ کل رات کلب سے لائے تھے
دیکھیے بیگم صاحبہ (ٹوپی رفاقت کے سر سے جلدی سے اُتارتا ہے اُسے جھٹکا
لگتا ہے لڑکھڑا جاتا ہے)
یہ فضل الدین کا نام ہے - بات یہ ہوئی کہ میاں اپنی ٹوپی کلب بھول
آئے اور اصولاً کسی اور کی اُٹھا لائے - رفاقت مرزا صرف اسے

لوٹانے جا رہے تھے۔

(علیحدہ ضامن کو آنکھ سے اشارہ کرکے داد مانگتا ہے)

ضامن (اطمینان سے سانس لے کر) ہاں۔ ہاں معمولی بات ہے

رفاقت ہاں۔ ہاں معمولی بات ہے۔

نورجہاں ہاں۔ ہاں معمولی بات ہے پہلے ہی کہہ دیا ہوتا آپ نے

("ہاں۔ ہاں معمولی بات ہے" کہنے میں تینوں کا لہجہ مختلف ہوتا ہے)

ضامن میں کہنے کو تھا کہ رمضانی نے بات کاٹ دی۔

(رمضانی کو کان سے پکڑ کر دور ہٹاتا ہے) تمہیں اس کا انعام ملیگا۔

رمضانی میاں میں نے کوئی جھوٹ تھوڑی بولا

نورجہاں (پُرشوق نگاہوں سے ٹوپی کی طرف دیکھ کر) ممکن ہے کہ یہ ٹوپی "نائے نیم شب" کے مصنف کے سر کی ہو۔

رفاقت (ضامن سے علیحدہ) جانتے ہیں۔ آپ کہ اس رجسٹر میں کتنے فضل دینوں کے نام درج ہیں۔ دو سو چوالیس۔ ۲۴۴

ضامن (حیرت سے) دو سو چوالیس

نورجہاں اچھا۔ مکان کا نمبر دو سو چوالیس ہے مگر گلی کونسی

ضامن گلی کونسی گلی

نورجہاں وہی جہاں فضل الدین رہتے ہیں۔

رفاقت میں کیا جانوں۔

نورجہاں اگر نہیں جانتے تو ٹوپی کسے واپس کرنے چلے تھے۔

رفاقت (ضامن سے) بتلایئے جناب اس سوال کا جواب

رمضانی (علیحدہ) پھر بیچاروں کو میری ضرورت پڑی (بلند آواز سے) بیگم صاحبہ مرزا صاحب اسے کلب لیجا رہے تھے۔جہاں سے فضل الدین کا پتہ اصولاً مل سکتا ہے

نورجہاں اچھا تو مرزا صاحب لگے ہاتھوں یہ بھی پوچھ آیئے گا کہ آیا "اشک منجمد" کے مصنّف بھی یہی باکمال فضل الدّین ہیں۔

ضامن (گھبرائے ہوئے) معمولی بات ہے رفاقت اب قدم بڑھاؤ۔جلد جاؤ۔یہ تو خیال کرو بیچارا ننگے سر پھر رہا ہوگا۔

رفاقت (علیحدہ) اچھا باباجو راگ کہو۔گاتا ہوں۔مگر آئندہ کسی کی جان بچانے سے کان کو ہاتھ لگاتا ہوں۔

ضامن ارے میاں۔اس بڑبڑانے سے فائدہ (کندھے پر ہاتھ رکھ کر دروازے سے باہر کرتا ہے)

حسن آرا امی جان۔اب تو کہیئے وہ داستان۔

نورجہاں ابھی لو بیٹا۔

ضامن (علیحدہ) شکر ہے یہ نحوست اس گھر سے ہمیشہ کے لیے ٹلی۔

رفاقت (جلد جلد آتا ہے) میں رجسٹر ہی بھول گیا تھا۔

نورجہاں کیسا رجسٹر۔

ضامن (غصّے سے رجسٹر کو اُٹھاتا ہے اور رفاقت کی طرف پھینکتا ہے جو اُسے لپک لیتا ہے) یہ کم بخت

نورجہاں مرزا جی کو رجسٹر کی کون ایسی ضرورت ہے۔

ضامن یُونہی تفریح کے لیے۔ گاڑی میں مطالعہ سے وقت اچھا گذرتا ہے اب تم بھی تو سفر میں کتاب ہاتھ سے نہیں چھوڑتیں۔

نورجہاں مگر میں نظمیں پڑھتی ہُوں۔

ضامن معمولی بات ہے نظم ہُوئی تو کیا اور رجسٹر ہوا تو کیا۔ ہر شخص اپنے مذاق کا پابند ہے انہیں رجسٹر ہی کا مطالعہ پسند ہے (علیحدہ) خدارا جلد جاؤ اور مجھے دیوانہ ہونے سے بچاؤ۔

رفاقت مگر میں نے تو صبح سے چاء تک نہیں پی۔

ضامن (علیحدہ) میرا گھر ہو رہا ہے تباہ اور انہیں سُوجھتی ہے چاء۔ ہائے زمانے کو کیا ہو گیا۔ جاؤ بھئی کہیں راستہ سے بسکٹ وسکٹ لیکر پیٹ بھر لینا اور ٹوپی دینے کے بعد یہ رجسٹر ہی چباڈالنا (رفاقت کو پکڑ کر باہر نکالتا ہے)

نورجہاں (علیحدہ) ان بہکی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ میاں کسی چکر میں پڑے ہیں

دلدل میں گڑے ہیں (بلند آواز سے) میاں

ضامن بیوی۔

نورجہاں مجھے کچھ حسن آرا کے متعلق کہنا ہے۔ اب خیر سے سیانی ہوگئی ماشاءاللہ
اُنیسویں سال میں قدم رکھا ہے۔ شادی بیاہ کا فکر کیا چاہیے

ضامن ابھی بچہ ہے۔ جلدی کونسی ہے

نورجہاں میری شادی سترہ سال کی عمر میں ہوئی۔ تو اس حساب سے
حسنا شادی کی عمر سے دو سال بڑی ہے اس کے علاوہ اور بھی
وجہ ہے اس معاملہ کو جلد طے کرنے کی۔

ضامن (طنزاً) اچھا اچھا۔ یہ پٹی رفاقت نے پڑھائی ہے۔ جو یہ وکیل بنکر آئی ہے

نورجہاں ایک اچھا بر مل گیا ہے۔ جو حسنا کو بھی پسند ہے

ضامن یہ اوپر ہی اوپر سب کچھ ہوگیا۔ اور مجھ سے کسی نے پوچھا تک
نہیں۔ وہ کون ہے نافرجام

رمضانی (آتا ہے) حضور کا حجام

ضامن میر حجام

رمضانی ہاں جناب۔ اصولاً دیوان خانے میں منتظر ہے اور آپ کی درزن
بیگم صاحبہ آپ کے کمرے میں انتظار کر رہی ہے۔

ضامن (اس کی وجہ کو غنیمت جان کر) اسے منتظر رکھنا اور پریشان کرنا اپنی

کھال کھنچوا نا ہے (جاتا ہے)

حسنا پھر بات ہوتے ہوتے رہ گئی۔

نورجہاں اب درزن کے پاس جاؤں ورنہ وُہ اپنے خیال میں کرزن ہے۔ رُوٹھ جائیگی اور نئے فیشن نہ بتائے گی۔ رمضانی۔ تم کو آج مبارک علی کی دُکان پر جانا ہے اور "اشکِ منجمد" کی ایک کاپی لانا ہے

رمضانی اُسے عام زبان میں اصُولاً کیا کہتے ہیں۔

نورجہاں جما ہوا آنسو۔

رمضانی تو میں وہیں ٹھیرا رہا ہوں۔ جب تک برف میں پڑا رہے اچھی طرح جم نہ جائے۔

نورجہاں واہی "اشکِ منجمد" ایک نظم ہے۔ جو فضل الدین نے کہی ہے اور جس کے گرما گرم خیالات نے آگ لگا رکھی ہے (چلی جاتی ہے)

رمضانی کبھی کہتی ہیں ٹھنڈی برف۔ کبھی کہتی ہیں آگ سی گرم۔ وُہ اِسے نظم کہتی ہیں اور میں اِسے واہیات سمجھتا ہوں۔

(حسن آرا ایک طرف بیٹھ جاتی ہے۔ دُوسری طرف سے ضامن علی سر نکالتا ہے اشارہ سے رمضانی کو بُلاتا ہے)

ضامن دیکھ رمضانی۔ چاہے کوئی بھی آئے۔ بس صاف کہدینا کہ میں گھر میں نہیں

رمضانی (آہستہ سے) بہت اچھا جناب۔ اب میں جلدی سے بیگم کی گرم برف

لے آؤں (جاتا ہے ۔ گھڑیال آٹھ بجاتا ہے)

ح آرا یعنی آٹھ بج گئے اور ابا کو اب تک میری منگنی کا پتہ نہیں شہامت آدھ گھنٹے میں یہاں پہنچ جائیگا تو کیا کہے گا۔

خادمہ (داخل ہوتی ہے) کوئی آئے ہیں۔ کہتے ہیں بڑے حضور سے ملنا ہے

ح آرا لو شہامت آ گئے (خادمہ سے) بلا لاؤ (خادمہ جاتی ہے) میرا دل بلیوں اُچھل رہا ہے (خادمہ مولوی ریاض خوشنویس کو ساتھ لئے داخل ہوتی ہے) ہائیں یہ کون مُوا اجھڑ وس۔

(ریاض اگلے وقت کا سیدھا سادھا ملا ۔ مگر لباس انگریزی ۔ پروفیسر خوش نویسی ۔ مہندی رنگا سر اور ڈاڑھی ۔ عمر ۵۰ سال ۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک خوبصورت ٹوپی ہے ۔ جو ظاہرا اُسکی معلوم نہیں ہوتی ۔ آہستہ آہستہ باتیں کرتا ہے پاؤں میں لکڑ توڑ جوتا ہے)

ض معاف کرنا ۔ شاید ۔ (ٹوپی کے اندر دیکھ کر) شاید مسٹر ضامن علی کا مکان یہی ہے

ح آرا جی ہاں ۔ میں اُن کی بیٹی ہوں ۔ تشریف رکھئے ۔ میں اُنہیں اطلاع دیتی ہوں ۔ (ریاض جھک کر بھدے طریق سے آداب بجالاتا ہے ۔ حسن آرا جاتی ہے)

ض اچھی لڑکی ہے ۔ معاف کرنا ۔ اگر اس کی ماں بھی اچھی ہو اور باپ

بھی اچھا ہو۔ (رومال جیب سے نکالتا ہے۔ چند ملاقاتی کارڈ فرش پر گرتے ہیں)
اِن کارڈوں کا ستیاناس اور پروفیسری کے القاب کا خانہ خراب
پھر بیوی کی ہدایت بھولا۔ معاف کرنا۔ اُس کا حکم ہے (ایک لمبا
سا کاغذ نکال کر پڑھتا ہے) "جب کبھی ملاقات کے لئے جاؤ۔ تو نوکر
کے ذریعے کارڈ بھیجکر اپنے آنے کی اطلاع کرو۔ اِس سے آدمی
شریف معلوم ہوتا ہے اور کام خوب چلتا ہے" (کاغذ جیب میں رکھکر)
جب میں باہر آتا ہوں۔ تو وہ ہمیشہ بہت سے کارڈ میری جیب
میں ٹھونس دیا کرتی ہے۔ لیکن معاف کرنا۔ میں ہمیشہ ان کو استعمال
کرنا بھول جاتا ہوں (ایک کارڈ اُٹھا کر) پروفیسر مولوی محمد یاقوت الملقب
احمد بہزاد رقم۔ پروفیسر خوش نویسی۔ موجد رسوم قبرستان
آؤ بیوی کی عدول حکمی کا کفارہ ہی کر ڈالیں (دو چار کارڈ جا بجا
رکھدیتا ہے۔ پھر کرسی پر مودب بیٹھ جاتا ہے) اِس مکان اور اس
ٹوپی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میاں ضامن علی خاصے امیر ہیں۔
یہ (ٹوپی دکھا کر) کلب چھوڑ آئے تھے۔ جہاں میں منیجر کے لڑکوں
کو خوشنویسی سکھا رہا تھا۔ اِس لئے میرے لئے کوئی چارہ نہ تھا
کہ ننگے سر پھروں یا اِسے پہنوں (ٹوپی سر پر رکھتا ہے۔ بہت چھوٹی
ہے اُٹھ کر آئینہ دیکھتا ہے۔ رمضانی آتا ہے)

رضانی (علیحدہ) بیگم صاحبہ کے اشتاک منجمد کہیں نہیں ملے۔ اصولاً اس موسم میں نہیں بننے (ریاض کو دیکھکر) ہیں یہ کون ذاتِ شریف

ریاض (رضانی کو دیکھکر جھٹ ٹوپی اُتار لیتا ہے اور مودب ہوکر کرسی پر بیٹھ جاتا ہے) معاف کرنا۔

رضانی آپ شاید بڑے حضور کا انتظار کر رہے ہیں۔

ریاض معاف کرنا۔ بڑے حضور اور چھوٹے میاں کو میں نہیں جانتا (ٹوپی کو اندر سے دیکھ کر) میں تو مسٹر ضامن علی سے ملنے آیا ہوں۔

رضانی (علیحدہ) اصولاً ٹوپی والے کی سواری آگئی۔ کٹ گئی۔ کٹ گئی۔ بڑے حضور کی ناک جڑ سے کٹ گئی (ریاض سے) کیوں جناب۔ کیا خادمہ نے کب تھا آپ کو باریاب

ریاض جی ہاں۔ انہوں نے کہا تھا کہ مسٹر (ٹوپی کو اندر سے دیکھ کر) ضامن علی ابھی کمرے میں ملاقات کریں گے۔

رضانی افسوس ہے۔ اُس سے اصولاً غلطی ہوئی۔ بڑے حضور تو باہر تشریف لے گئے ہیں۔

ریاض (حیرانی سے) اچھا معاف کرنا۔

رضانی اصولاً شاید چند دنوں تک واپس نہ آئیں۔ اس لئے آپ دس پندرہ دن کے بعد تشریف لائیں۔

ریاض (...) معاف کرنا مجھے ابھی اُن کی بیٹی نے کہا۔ کہ وُہ گھر میں موجود ہیں

رمضانی (علیحدہ) الا... یہ تو بُری ہُوئی۔ اب بڑے حضُور کی ناک رُخصت

(...) گھبرایا ہُوا اِدھر اُدھر دیکھتا ہے ریاض اُسکی حرکات کو غور سے دیکھتا ہے)

ریاض (علیحدہ) جنُونی سا نوکر ہے۔

ضامن (دروازہ سے سر نکال کر) رمضانی (ریاض کو دیکھ کر) کون۔ کوئی مُلاقاتی

رمضانی نہیں حضُور وُہی ٹوپی والا

ضامن (سہم کر) یا باری تعالیٰ! کمبخت۔ میں نے تو کہا تھا کہ کسی کو گھُسنے نہ دینا۔

رمضانی (آہستہ آہستہ) یہ خادمہ کی کرتُوت ہے۔ مگر خبردار ہوشیار رہنا مجھے اِس کے طور بے طور نظر آتے ہیں۔ (جاتا ہے)

ضامن (علیحدہ) اگر میں اِس وقت ضامن علی کی بجائے کوئی گدھا بن جاتا تو سونے کی اشرفیاں باندھتا (آگے آتا ہے)

ریاض (ادب سے ہاتھ سینہ پر رکھ کر) کیا مجھے مسٹر ضامن علی صاحب سے ہمکلام ہونے کا فخر ہے۔

ضامن ہاں (علیحدہ) اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے ہیں۔

ریاض میں کچھ دریافت کرنے کے لیے حاضر ہُوا تھا کہ..... (ضامن علی

دوسری طرف دیکھتا رہتا ہے) بہرہ ہے کیا۔ سنتا ہی نہیں کچھ (بلند آواز سے) جناب والا میں ایک خاص مطلب کے لئے......

ضامن (بات کاٹ کر اور آہستہ سے) آہستہ بولو۔ آرام سے کہو۔

ریاض (نہایت آہستہ اور اِدھر اُدھر دیکھ کر) معاف کرنا۔ معاف کرنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ گھر میں کوئی بیمار ہے۔ مرنے کو تیار ہے۔ جناب ایک ٹوپی کے متعلق کچھ غلط فہمی۔

ضامن (نورجہاں کو آتے دیکھ کر) بیگم آئی۔ میرے مولا اب شامت آئی۔

نورجہاں (جلدی سے آتی ہے ریاض کو دیکھ کر رک جاتی ہے) اوہو۔ میں سمجھی تم اکیلے ہو

ضامن (گھبرا کر) ہاں۔ نہیں۔ معمولی بات ہے میرا مطلب تھا کہ کاش میں ہوتا

نورجہاں میں مخل تو نہیں ہوئی۔

ریاض بالکل نہیں بیگم صاحبہ۔ میں تو صرف......

ضامن (بات کاٹ کر اور کان پر اس طرح ہاتھ رکھ کر جیسے کوئی کچھ سنتا ہے) معمولی بات ہے۔ بیگم کوئی تمہیں بلا رہا ہے۔ شاید۔

نورجہاں (تیوری چڑھا کر) نہیں تو (ریاض سے) آپ کیا فرما رہے تھے۔

ریاض ایک ٹوپی کے متعلق کچھ غلط فہمی سی ہو گئی ہے۔

ضامن (علیحدہ) کاش اس کی زبان حلق سے نیچے اتر جاتی۔

ریاض معاف کرنا۔ میں اس کے بدلے (ٹوپی دکھا کر) اپنی ٹوپی لینا چاہتا ہوں

نورجہاں ضرور۔ انہوں نے (ضامن کی طرف اشارہ کرکے) سب کچھ مجھے بتایا ہے
اور ایک دوست کو اسے واپس کرنے کے لیے دوڑایا ہے

ضامن معمولی بات ہے۔ وہ آپ کو گھر پہنچتے ہی مل جائیگی۔ اس لیے آپ
(دروازہ کی طرف اشارہ کرتا ہے ریاض جانے کے لیے قدم بڑھاتا ہے)

نورجہاں نہیں اب کہاں جائیگے۔ آپ ذرا تشریف رکھیئے۔ مرزا رفاقت
آپ کی ٹوپی لیئے پہنچا ہی چاہتے ہیں۔

ریاض آپ کی مہربانی (اور ایک کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

نورجہاں (علیحدہ) یہ ظاہراً تو شاعر معلوم نہیں ہوتے۔ مگر ظاہری صورت
کا کیا اعتبار

ریاض (علیحدہ) یہ دیدے پھاڑ پھاڑ کر میری طرف کیوں تک رہی ہے
کنبہ کا کنبہ لاجواب ہے۔ گھر کا گھر آفتاب ہے۔

نورجہاں (قریب آکر) تو آپ دونو ایک ہی کلب کے ممبر ہیں۔ اور وہاں
آپ کی ٹوپیاں تبدیل ہو گئیں۔

ریاض نہیں۔ میں تو۔۔۔۔۔۔

ضامن (ریاض کے بازو پر چٹکی لے کر جس سے وہ کپکپا اٹھتا ہے) دیکھنا کہیں
انکار نہ کردینا۔

ریاض (بے تاب ہو کر اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ بازو ملتے ہوئے) سمجھا۔ آپ ہوٹل میں جا کر رنگ رلیاں منانے کو چھپانا چاہتے ہیں۔

نورجہاں (نزدیک آ کر) کاش عورتوں کو بھی کلب جانے کی اجازت ہوتی۔ اور انہیں بھی مصنّفوں۔ مصوروں اور (زور دے کر) شاعروں سے ملنے کا موقعہ ملتا۔ تمنّا ہے کہ کبھی جیتا۔ جاگتا۔ چلتا۔ پھرتا شاعر دیکھوں۔

ریاض معاف کرنا۔ میں آپ کا ہم خیال ہوں۔

نورجہاں (علیحدہ) شاعروں کے لفظ پر چونک تو اُٹھے۔ دو چار باتوں میں کھُل جائیں گے۔ (بلند آواز سے) میں نے آپ کی تازہ تصنیف دیکھی آپ نے فن کے کمال کا اظہار کیا ہے۔

ریاض (علیحدہ) اِن کا مطلب میری کتاب "ہدایاتِ خوش نویسی" سے ہوگا (بلند آواز سے) میرے کئی شاگردوں نے اسکی تعریف لکھی ہے۔

نورجہاں (ضامن علی سے مخاطب ہو کر) شاعر کے شاگرد۔ اے توبہ انوکھی بات ہے (ریاض سے) کیا آپ سچ مچ لوگوں کو ایسا خوبصورت لکھنا سکھا سکتے ہیں۔ جیسا آپ خود لکھتے ہیں۔

ریاض بلکہ اِس سے بھی بہتر۔ ہاں میرا ہاتھ اب ویسا نہیں رہا۔ جیسا بیس سال پہلے تھا۔

نورجہاں آپ کا نیاز حاصل کر کے کیسی سعادت حاصل ہوئی۔ آج تک میں نے ایکدفعہ تو علامہ اقبال کی ٹوپی کا گوشہ دیکھا ہے جب وہ اپنی کوٹھی کے صحن میں ٹہل رہے تھے۔ اور ایک دفعہ مولانا آزاد کی عینک جسے وہ ایک دوست کے گھر بھول گئے تھے۔ لیکن آج سے پہلے کسی فاضل مصنف سے بات چیت کی نوبت نہیں آئی۔

ریاض معاف کیجئے میں اس قدر تعریف کا مستحق نہیں۔

نورجہاں اپنا کوئی پرانا قلم بطور یادگار عنایت فرمائیں گے آپ جس سے آپ نے کوئی اچھوتی غزل لکھی ہو۔

ریاض (علیحدہ) عجیب کارخانہ ہے گھر کا گھر دیوانہ ہے۔

نورجہاں آج تک سینکڑوں فضل الدین دیکھے اور سنے۔ مگر وہ سب کے سب معمولی انسان تھے

ضامن معمولی بات ہے۔

ریاض (علیحدہ) اس کا مطلب کیا ہے آخر (مخاطب ہوکر) بیشک بیگم صاحبہ یہی میری حالت ہے۔

نورجہاں کہہ تو نہیں سکتی۔ مگر عرض کئے دیتی ہوں۔ کہ ذرا میری بیاض پر اپنے قلم سے کچھ لکھدیجئے۔

ریاض (ذرا تامل سے) میں کیا

ہماں میں جانتی ہوں۔ میری درخواست بہت بڑی ہے۔ مگر ایک سطر۔
ایک چھوٹی سی سطر میری عزت افزائی کے لئے کافی ہے۔

اض خیر۔ لکھنا ہی ہے۔ تو جتنا چاہیں لکھیں۔ ایسی صفحوں کے صفحے سیاہ
کرا لیں۔ معاف کرنا۔ آپ جانتی ہونگی۔ میں کئی طرح سے لکھ سکتا ہوں

(ہاتھ کو اس طرح ہلا کر گویا قلم پکڑے ہے)

ہماں جانتی ہوں۔ خوب جانتی ہوں۔ آپ کے قلم کی ایک زبان سے
امرت برستا ہے۔ تو دوسری سے زہر ٹپکتا ہے ایک منٹ کے لئے
(علیحدہ) اس وقت طبیعت حاضر ہے۔ جلد بیاض لا کر کچھ لکھوا لوں (جاتی ہے)

امن میں آپ کی اس فیاضانہ خاموشی کا از حد ممنون ہوں (نہایت مشکور ہو کر)
اگر میری بیوی کو کل کا ذرا سا حال معلوم ہو جاتا۔ تو میرا کہیں ٹھکانا نہ تھا
ہاں یہ تو فرمائیے آپ کا مکان کہاں واقع ہے۔

ض رپن روڈ پر۔ اجی وہیں جہاں آپ نے ٹوپی بھیجی ہے۔

امن (گھبراہٹ سے) اب وقت تنگ ہے لیکن کل میں ضرور حاضر خدمت
ہو کر ہر ممکن طریق سے اس غلطی کی تلافی کرونگا۔ اگر معافی قبول ہو جائے

ض (علیحدہ) معافی کیسا شریف انسان ہے۔ جناب معافی کی کیا ضرورت ہے
(چل پڑتا ہے۔ ضامن پیچھے پیچھے جاتا ہے ریاض واپس مڑ کر) توبہ۔ توبہ میں
معافی کا ذکر تک سننا نہیں چاہتا (جھک کر) آداب عرض کرتا ہوں (چلا جاتا ہے)

ضامن (ششدر ہو کر) یعنے تلافی کے لئے معافی کافی نہیں۔ خدا جانے اب کیا رنگ لاتا ہے۔ سرباز ارٹوکتا ہے یا عدالت میں گھسیٹتا ہے

نورجہاں (اپنے خیال میں مستغرق۔ آتی ہے) لیجئے۔ بیاض حاضر ہے جناب فضل..... (اِدھر اُدھر دیکھ کر ضامن سے) تُم نے اُنہیں کیوں جانے دیا۔ اب کہاں آئیں گے بھلا۔

ضامن خُدا نہ کرے۔

نورجہاں (بگڑ کر) اگر تم شعر کا مذاق تو نہیں رکھتے۔ تو بلا سے۔ پر مجھے اللہ میاں نے آنکھیں دی ہیں (کُرسی کے پاس جاکر جہاں ریاض بیٹھا تھا) یہ کُرسی اب آپ جیسوں کے استعمال میں نہ آئیگی۔ متبرک بنائی جائیگی چوکھٹے میں لگائی جائیگی۔

(خادمہ آتی ہے۔ کشتی میں کارڈ پیش کرتی ہے)

خادمہ کوئی صاحب مِلنا چاہتے ہیں۔

ضامن (کارڈ لیکر) رسالدار شہامت خاں۔ کہدو کہ میں گھر میں نہیں۔ کیا چاہتا ہے وُہ

(حُسن آرا آتی ہے۔ ایک طرف کھڑی ہوتی ہے)

نورجہاں (ضامن سے) ہاں میں بتانا بھُول گئی تھی۔ یہی ہے نا جس سے حسن آرا کی نسبت قرار پائی ہے۔

ضامن نسبت! کس کی۔ کس سے۔ کب۔ کیا تمہاری منگنی ہو گئی بیٹیا (حسن آرا سے)

حُسن آرا نہیں ابا۔

ضامن معمولی بات ہے۔ نہیں ہوئی۔ تو ہُوئی سمجھو۔ شہامت نہیں تو رفاقت سہی۔ اُس نے میری جان بچائی ہے اور احسان کا قرض ادا کرنا اخلاق کا حُسن و زیبائی ہے۔

حُسن آرا قرض ادا کرنا۔ ابا۔ میں آپ کی بیٹی ہُوں یا بنک کا چک۔ کہ احسان پر قُربان کی جاتی ہُوں۔ مجھے مرزا رفاقت سے محبّت نہیں۔

ضامن کیا کہا۔ محبّت نہیں۔ اری نادان اُس نے تیرے باپ کی جان بچائی۔ اور تجھے اُس سے محبت نہیں۔ اُس نے تجھے یتیم ہونے سے بچایا اور تجھے اُس سے محبت نہیں۔ اُس نے تیری ماں کو رانڈ ہونے سے بچایا اور تجھے اُس سے محبّت نہیں۔ شرم کر بیٹی شرم کر۔ تمہیں کسی اور سے محبت کرنے کا اختیار نہیں۔

حُسن آرا ہے اور ضرور ہے۔

نورجہاں ہے اور ضرور ہے۔ تم ایسے پتھر دل نہ بنو گے کہ اسے اس طرح وداع کرو گے۔ اور اسکی محبت کا خُون اپنے سر لو گے۔

ضامن معمولی بات ہے۔ محبت ایسی بیماری نہیں جو لا علاج ہو۔

نورجہاں (حسن آرا کے سر پہ ہاتھ پھیر کر) صبر کرو بیٹی۔ تمہارا باپ نظم کا ذوق نہیں رکھتا۔ اس لئے وہ دِل کی لگی کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے

(ضامن علی کو گھور کر چلی جاتی ہیں)

ضامن میں رفاقت سے آنکھ پھیر لوں کیسے ہو سکتا ہے۔ رمضانی (رمضانی آتا ہے)

رمضانی حضور۔

ضامن یہ کارڈ واپس کر دو۔ اور کہو۔ اگلے سال آنا۔ اس گھر میں سینلا ہے۔ طاعون ہے یہاں آنا نادانی ہے۔ جنون ہے۔ غرضیکہ کسی نہ کسی طرح ٹال دینا۔ میری مخملی ٹوپی کہاں ہے۔

رمضانی ابھی لایا حضور۔

ضامن اور چھاتا بھی (رمضانی جاتا ہے) اب لازم ہے کہ اس خونخوار شاعر سے جا کر ملوں (رمضانی ٹوپی اور چھتری لاتا ہے)

رمضانی سب چیزیں حاضر ہیں۔ یہ چھٹی ایک لونڈا لایا ہے اور اس پر اصولاً ضروری لکھا ہے۔ کسی بیگم نے بھیجی ہے آپ کو

ضامن ادھر لاؤ (لفافہ پڑھتا ہے) مرزا رفاقت بیگ صاحب۔ یہ اُسی خاتون کی ہوگی جسے میں کل رات ملا کھول لوں اسے۔ معمولی بات ہے۔ جب اس نے میری جان بچائی۔ تو مجھے حق حاصل ہو گیا (لفافہ کھول کر پڑھتا ہے) او خدا۔ یہ مکان بھی رِپن روڈ میں آن پڑا (پڑھتا ہے) پیارے کل کی باتیں بھول نہ جانا۔ خط دیکھتے ہی پہنچ جانا میں نے ابا کو سب حال سُنا یا وہ کچھ ایسے ناراض نہیں۔ بس

ناک کی سیدھ اُن کے پاس پہنچ جاؤ اور سب معاملہ کہہ سناؤ۔ اگر
تُم نہ آسکے۔ تو میں آؤنگی۔ کیونکہ اب رازداری بیکار ہے۔

تمہاری مہرالنسا

(خط کو بند کر کے)

یہ خوب رہی۔ آتا ہُوں بابا۔ تیرے پاس بھی آتا ہُوں۔ کہاں رہتی ہے (پھر خط دیکھ کر) رپن روڈ میں۔ بڑی لمبی سڑک ہے۔ مگر کیا ہوسکتا ہے اس کا یہاں آنا ملک الموت کے نزول سے کم نہیں

(چٹھی میز پر اور ٹوپی سر پر رکھ لیتا ہے۔ اور دیوانہ وار ٹہلتا ہے)

اچھا پہلے رپن روڈ میں شاعر کے پاس جاتا ہُوں اور پھر بی مہرالنسا کی خدمت میں آداب بجالاتا ہُوں۔ رمضانی میری ٹوپی

رمضانی حضُور میں نے آپ کو دی تھی (اِدھر اُدھر دیکھتا ہے پھر ضامن علی کے سر کی طرف اشارہ کرکے) حضُور یہ رہی -

ضامن (سر کو ہاتھ لگاکر) معمُولی بات ہے

(اِس اثنا میں جب یہ ٹوپی ڈھونڈھنے میں مشغول ہیں۔ نورجہاں آجاتی ہے - اور اتفاقاً اُس کی نظر چٹھی پر پڑتی ہے - تو اُس کی نفرت غصّے سے بدل جاتی ضامن علی دیکھتا ہے۔ تو مبہُوت ہوجاتا ہے)

نورجہاں (چٹھی دکھا کر) یہ کس کی ہے

ضامن میری...... میرا مطلب ہے تمہاری۔

(رمضانی ہنستا ہے۔ ضامن علی بے اختیار ہو کر اُس کے منہ پر چپت رسید کرتا ہے)

نورجہاں مردوں کی ذات ہی ایسی ہوتی ہے۔ بس مجھے طلاق دیدو۔

ضامن معمولی بات ہے ذرا میری سُن تو لو

رمضانی اصُولاً پھر میری ضرورت ہے (ضامن علی سے) ٹھہریئے حضور

(نورجہاں سے) بیگم صاحبہ یہ چٹھی میری ہے۔

نورجہاں تجھ پر علم ٹوٹے۔ تم دونو ہو جھوٹے۔

ضامن (جیسے کوئی بات سوجھ جاتی ہے) رمضانی اپنی مالکہ کے آگے یہ جھوٹ بولتے تمہیں شرم نہ آئی۔ اگر تیرے جھوٹ کی یہی رفتار رہی۔ تو ضرور کسی اخبار کے رگلہ کا ایڈیٹر ہو کر مرے گا۔ بیگم میں تمہیں سچ سچ بتاتا ہوں۔ یہ چٹھی میری نہیں رفاقت کی ہے۔

نورجہاں ثابت کرو۔

ضامن معمولی بات ہے لفافہ پر پتہ پڑھو۔

(لفافہ فرش سے اُٹھا کر جہاں اُس نے پھینکا تھا)

دیکھو ایک خط۔ ایک سیاہی (علیحدہ) بھائی رفاقت معاف کرنا معمولی بات ہے جہاز کو تباہی سے بچانے کے لئے ایک شخص کو بھینٹ چڑھانا ہی پڑتا ہے۔

نورجہاں (لفافہ اور چٹھی کا مقابلہ کر کے) بیشک ایک ہی خط ہے۔ رفاقت بڑا!

بدمعاش ہے ہاں اب تو حُسن آرا اور رفاقت کی شادی شائد تمہیں پسند نہ ہو۔

ضامن معمولی بات ہے شادی ہو کر رہے گی۔

نورجہاں مگر وہ آج اِس مکان سے تشریف لے جائیں گے۔

ضامن ہرگز نہیں۔

نورجہاں اُسے جانا ہوگا۔

رمضانی اصُولاً دو نو سچے بھائی۔ اصُولاً دو نو سچے

بات بڑھتی جاتی ہے۔ نورجہاں "اُسے جانا ہوگا" گلا پھاڑ پھاڑ کر کہتی ہے اِس کے جواب میں اسی طرح زور سے چیخکر ضامن علی "ہرگز نہیں" دُھراتے ہیں۔ آنکھیں نکالتے ہیں۔ غُصّہ سے کانپتے ہیں۔ نورجہاں جوشِ غضب میں چھتری اُٹھا کر ضامن علی کی طرف پھینکتی ہے اتفاقاً اُسی وقت پروفیسر ریاض ننگے سر داخل ہوتا ہے اور چھتری اُس کے سر پر پڑتی ہے۔ وہ یہ تواضع دیکھ کر سر کھجلاتے ہوئے عجیب صورت بنائے اُلٹے پاؤں لَوٹ جاتا ہے۔ نورجہاں کھسیانی ہو کر صوفا پر گر پڑتی ہے۔ ضامن علی کی صورت قابلِ دید ہوتی ہے رمضانی اِس تماشا کو دیکھکر قہقہہ لگاتا ہے۔

(پردہ جلدی سے گرتا ہے)

سین دوم

وہی کمرہ ۔ نورجہاں بیٹھی میز پر کچھ لکھ رہی ہے حسن آرا اُسکے
پیچھے کھڑی دیکھ رہی ہے

نورجہاں یہ کافی ہے (گھنٹی بجاتی ہے رمضانی آتا ہے)

رمضانی ارشاد

نورجہاں دیکھو رمضانی۔ آج تمہیں ایک خفیہ کام پر جانا ہے ۔ جو صبح کا رڈ
چھوڑ گئے تھے ۔ اُنہیں جانتے ہو۔

رمضانی جی ہاں ۔ جو اصولاً شریف معلوم ہوتے تھے ۔ گورے چٹے سپاہیانہ
وضع کے گبرو جوان۔

نورجہاں ہاں ۔ ہاں وہی ۔ پتہ لفافہ پر لکھا ہے ۔ اسے پڑھ لو اور فوراً اسے
اُن تک پہنچاؤ ۔ صرف انہیں کو دینا ۔ اور کسی پر اعتبار نہ کرنا
خبردار بڑے حضور کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے ۔

رمضانی حضور نے تاکید کی تکلیف کیوں فرمائی ۔ اصولاً دنیا جانتی ہے
کہ ابیر کی دائی سیکھی سکھائی ۔ (علیحدہ) ایک راز اور ہاتھ آیا جائے)

حُسن آرا امی جان میں صدقے قربان - ایڑی چوٹی پر واروں رفافت کو - خدا کی شان - موری کی اینٹ کو چوبارے چڑھنے کا ارمان

نورجہاں ایلو وہی آرہا ہے دشمن جان -

(رفافت رجسٹر بغل میں دبائے - ٹوپی بازو پر لٹکائے - ہانپتا کانپتا داخل ہوتا ہے اور صوفا پر بیٹھ جاتا ہے -)

رفافت بہت خاک اُڑائی - مگر ٹوپی والے کی شکل نظر نہ آئی (لیڈیوں کو دیکھ کر) بیگم صاحبان آداب - آپ یہاں ہیں (کوئی متوجہ نہیں ہوتا) شاید اُنھوں نے سُنا نہیں (بلند آواز سے) آج تو مزے کی ٹھنڈک ہے - بیگم صاحبہ آپ کو بھی یہ موسم بھلا معلوم ہوتا ہے (دونوں نفرت سے منہ پھیر لیتی ہیں) عجب کیفیت ہے کیا میاں ضامن باہر گئے ہیں (کوئی جواب نہیں دیتا) آخر یہ کیا بھونڈا مذاق ہے (چلّا کر) کیا ضامن میاں گھر میں ہیں؟

نورجہاں (روکھے پن سے) کیا آپ ہم سے مخاطب تھے -

رفافت خیال تو یہی تھا -

نورجہاں حیران ہوں کہ آپ یہاں آئے کس منہ سے -

حُسن آرا مانا آپ نے ابّا کی جان بچائی - لیکن آپ کو یہ حق نہیں - کہ آپ ہاتھ دھو کر میری جان کے پیچھے پڑ جائیں -

نورجہاں نوج ایسا بھی کوئی ہی بے شرم ہوگا۔ مُوت نہ گپاس کوری سے لٹھم لٹھا

رفاقت بِتد میری بات تو......

حُسن آرا شرم حضوری کی بات ہے ساری۔ اگر کوئی آنکھوں پہ ٹھیکری رکھ لے۔ تو موئی شرم کیسے گھسنے پائے۔

رفاقت (ششدر ہو کر) بیگم صاحبہ آپ نے سب کچھ بہت مفصّل فرمایا مگر میری سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ آخر یہ کیا قصّہ ہے۔

نورجہاں شرم والے کانوں سے لئے اتنا ہی کافی ہے مگر بے شرم کی بلا دُور۔ چلو بیٹا چلیں۔

(دونوں جاتی ہیں۔ رفاقت نورجہاں کو روکنا چاہتا ہے وہ ایک طرف سے ہو کر نکل جاتی ہے ہکا بکّا رہ جاتا ہے)

رفاقت (ٹوپی اور رجسٹر کو فرش پر پٹک کر) خدارا بتاؤ یہ کیا معاملہ ہے ایک طرف تو مجھے اس کم بخت فضل الدین کے پیچھے تازی کُتے کی طرح ڈالا جاتا ہے۔ اور واپس آنے پر اسی شخص کی بیوی اور بیٹی میری یہ آؤ بھگت کرتی ہیں۔ یہ ناقابل برداشت ہے بالکل ناقابل برداشت۔ اس وقت تک بیالیس قصبوں کے مکان جھانک آیا ہوں۔ ان میں سے چند تیسری منزل

پڑھ رہے تھے۔ سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے میرا دم پھول گیا (کارڈ کو دیکھ کر جو ریاض چھوڑ گیا تھا) ہیں یہ کون۔ مولوی ریاض یعنے مہرالنسا کے باپ۔ کھلے لفظوں میں میرے ہونے والے قابل احترام خسر۔ آپ یہاں کیسے آ دھمکے۔ آپ کا یہاں تشریف لانا تو ناممکن ہے۔ یہ میری ہی جیب سے گرا ہو گا۔

(کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگتا ہے ضامن علی ہانپتا ہوا آتا ہے اور کرسی پر بیٹھ جاتا ہے)

ضامن اتنے لمبے سفر سے تھکن ہوا ہی چاہیئے۔ معمولی بات ہے مگر ان کمبخت کمیٹی والوں سے کوئی پوچھے کہ کس مردک نے انہیں اجازت دی ہے کہ اپنی ڈاڑھی سے بھی لمبی سڑکیں بناتے پھریں ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ شہر کے باپ کہلاتے ہیں اور اتنی اتنی لمبی سڑکیں بناتے نہیں شرماتے ہیں۔ (اسکی نگاہ رفاقت پر پڑتی ہے) اخاہ آپ یہاں ہیں۔ رمضانی کا کچھ پتہ۔

رفاقت مجھے کچھ علم نہیں۔

ضامن (ماتھے کو رومال سے پونچھ کر) معمولی بات ہے۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ یہاں کوئی نوجوان ۔ ۔ ۔ ۔ عورت تو یہاں نہیں آئی۔ آپ نے تو نہیں دیکھا کسی کو۔

رفاقت میں کیسے بتا سکتا ہوں۔ ابھی ابھی تو فضل دینوں کے تعاقب سے

لوٹ رہا ہوں۔

ضامن معمولی بات ہے میں سمجھا کہ وہ گاڑی میں بیٹھی ہے بس ایک میل تک سرپٹ گھوڑ دوڑ کے بعد گاڑی کے اندر جھانک سکا۔ بھائی اگر آپ میرے پاؤں کے چھالے دیکھیں۔ تو پھوٹ پھوٹ کر رو دیں۔

رفاقت دیکھئے میاں ضامن علی صاحب۔ میں یہاں فضل دینوں کی قوم کی قوم کو ڈھونڈھنے کے لئے نہیں ٹھیر سکتا۔

ضامن اگر مجھے ان مشکلات کے بھنور میں ڈبانا منظور تھا۔ تو دریا میں ڈوبنے سے بچانا کیا ضرور تھا۔

رفاقت بات یہ ہے کہ بیگمات کو میرا یہاں ٹھیرنا ناگوار ہے۔

ضامن آپ کا یہاں ٹھیرنا بیگمات کو ناگوار ا معمولی بات ہے مگر انہیں گوارا کرنا پڑے گا۔ آپ کی خاکِ پا کو سرمۂ چشم بنانا پڑے گا۔

رفاقت اسکی چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن مجھ میں سر بازار جوتیاں کھانے کی تاب نہیں۔

ضامن معمولی بات ہے۔ یہ بادل بھی چھٹ جائیگا۔ آپ مطلق پروا نہ کریں۔ عورتیں فطرۃً جلد باز ہوتی ہیں۔ اور بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آئے کہہ بیٹھتی ہیں۔

رفاقت لیکن جب حد سے . . . . . .

غنامن (دست بستہ سرو قد کھڑا ہو کر) لیجئے میں اپنے تمام کنبہ بھر کی طرف سے معافی مانگتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُنہوں نے کیا کیا اور کیا نہ کیا۔ مگر معمولی بات ہے۔ جو کچھ کیا بُرا کیا۔ بہت بُرا کیا۔ میں نادم ہوں۔ شرمسار ہوں۔ یہ کٹھن وقت جُدا ہونے کا نہیں۔ (پُراسرار انداز سے کان میں) اُس نے مجھے خط لکھا ہے۔

رفاقت کس نے

غنامن اجی اُسی عورت نے جس سے میں کل رات مِلا تھا۔ اُس نے لکھا ہے کہ فوراً مِلنا چاہتی ہے۔ محلہ تو لکھ دیا۔ مگر مکان کا نمبر نہ لکھا کم بخت نے۔ اِس نے اُس کا نام بتا بتا کر ہزار پوچھا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ میں چاہتا ہوں کہ اُسے کچھ دے دِلا کر خاموش رکھوں۔ یہ ہے آفت نمبر ایک۔

رفاقت اور نمبر دو۔

غنامن فضل الدین یہاں آیا تھا۔ ایسا سنڈ مُنڈا دیوہیکل پہلوان میں نے آج تک نہیں دیکھا۔

رفاقت ہاں۔ ہاں پھر

غنامن پھر کیا۔ میں نے اُس سے بھی شریفانہ طور پر معافی مانگی۔ تھا تو وہ شیریں زبان۔ مگر انسان کے خون کا پیاسا۔ اُس نے کان ہی نہ

دھرا۔ کہیں کیا بک رہا ہوں۔ مجھے اتفاقاً اُس کا پتہ مل گیا۔ دور میں دوڑا گیا۔ کہ اُس کے قدموں پر سر رکھ کر تلافی کروں۔ بہت کوچہ گردی کے بعد معلوم ہوا۔ کہ اُس نے اپنا پتہ غلط بتایا تھا۔

رفاقت غلط پتہ

ضامن ہاں غلط پتہ۔ معمولی بات ہے۔ آخر کہاں جائیگا۔ ایک نہ ایک دن تو قابو آئیگا۔ میرے عزیز دوست۔ اس کام میں اسی طرح لگے رہو اور اُس کا کھوج نکالو۔ (ٹوپی اور رجسٹر دے کر) اپنے ہتھیار سنبھالو اور دُشمن کے قلعہ پر دھاوا بول دو۔ مسٹر سٹار نے مس ایلس کو ڈھونڈ نکالا۔ تو کیا رفاقت سا انسان فضل دین کے ڈھونڈنے میں فاصلہ رد کر کرے گا اپنا مُنہ کالا۔

رفاقت اس دربدری سے خدا بچائے۔ کم بخت سارے کے سارے فضل دین تنگ و تاریک کوچوں میں رہتے ہیں۔ جہاں ناک بھیڑ دی جاتی

ضامن معمولی بات ہے۔ مگر ان جہنمیوں سے کتنے اب تک ملے ہیں۔

رفاقت بیالیس ۴۲

ضامن ان سے کچھ پوچھا بھی۔

رفاقت پوچھا۔ کرید کرید کر۔ ان میں سے تین نے اقرار کیا۔ کہ کل رات

اُن کی لڑائی ہوئی تھی۔

ضامن اچھا۔ اچھا

رفاقت ایک کی حلال خور سے۔ ایک کی کُتّے سے اور ایک کی اپنی بیوی سے

ضامن تو ابھی جرح اور سوالوں کے لئے دو تین دو باقی رہتے ہیں۔ ہاں آپ کے جانے کے بعد مجھے اُس کا کچھ اور حال بھی معلوم ہوا سُننے آپ خیر سے شاعر بھی ہیں۔ اور برف سی گلی ہوئی ناک یا اس قسم کی کتاب کے مصنّف ہیں۔ جس کا نام سُن کر جسم میں کپکپی آتی ہے

رفاقت (علیحدہ) کیا یہ سمجھ بیٹھا ہے۔ کہ میں دُنیا بھر کے فصل الدینوں کا دُم چھلا بنا پھروں گا۔ اس فہم کے قربان۔ میں تو جناب سیدھا مہر النسا کے پاس جاؤں گا۔ اور وہیں مزے اُڑاؤں گا (جانا چاہتا ہے) بس یہی ٹھیک ہے۔

ضامن آپ سیدھے مورچے پر جائیے۔ اگر تھکے ہو تو گاڑی کرایہ پر کر لیجئے معمولی بات ہے نصف خرچ میں ادا کروں گا۔ (رفاقت جاتا ہے) کیسا وفا شعار۔ رفیق جاں نثار ہے۔ کیا میں ایسے داماد بنانے سے انکار کر سکتا ہوں۔

رمضانی (آتا ہے) مرزا رفاقت گھر میں ہیں کیا حضور۔

ضامن باہر گئے ہیں۔ کیوں کیا ہے۔

رمضانی وُہی پیامی پھر آیا ہے اور یہ چٹھی لایا ہے (ضامن چٹھی لیکر ڈرتا ڈرتا کھولتا ہے رمضانی باہر جاتا ہے جاتے جاتے کہتا ہے) بیگم صاحبہ نے حکم دیا تھا کہ جب بڑے حضور اصُولاً تنہا ہوں۔ تو میں رسالدار صاحب کو اطلاع دُوں۔ جاتا ہُوں اور حکم بجا لاتا ہُوں۔ (رمضانی جاتا ہے)

ضامن (خط پڑھکر) فرماتی ہیں۔

"میں جانتی ہُوں آپ نصیبِ دشمناں علیل ہیں۔ ورنہ آپ ہزار کام چھوڑ کر آتے۔ اب آپ تکلیف نہ کریں۔ ایک گھنٹہ میں آپکے پاس پہونچ جاؤنگی"

سچ ہے مُصیبت تنہا نہیں آتی۔ آفاتِ ناگہانی نے میرے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے۔ جو یہ تانتا بندھا ہے اور غضب پر غضب یہ کہ گھر کا نمبر پھر نہیں لکھا۔ خدا جانے عورتوں کو کیا مار ہے کہ کبھی خط مکمل نہیں لکھتیں (رمضانی آتا ہے)

ارے وُہ پیغامبر کہاں ہے

رمضانی وُہ تو چلا گیا حضُور۔

ضامن (خود سے) لپک کے جاؤں تو شاید مل جائے۔ ہمت کا وقت ہے (جلدی جلدی چلا جاتا ہے)

رمضانی (حیران ہو کر ضامن علی کے پیچھے پیچھے جاتا ہے) حضُور حضُور پُوچھ تو لیجئے

کہ وہ کس سمت کو گیا (چلا جاتا ہے)

خادمہ مولوی ریاض کو لئے داخل ہوتی ہے)

ریاض مہربانی۔ بہت مہربانی۔ بیٹی اب تکلیف نہ کرو۔ میں راستہ جانتا ہوں (خادمہ چلی جاتی ہے ریاض کمرہ کی طرف منہ کرکے) جناب..... اور یہاں تو کوئی نہیں (ٹوپی کرسی پر رکھ دیتا ہے اور آپ صوفا پر بیٹھ جاتا ہے) معاف کرنا۔ اب کے میں ٹوپی لئے بغیر نہ جاؤں گا۔ لونڈے مجھے اس ہیئت کذائی میں دیوانہ سمجھیں گے۔ اور پتھروں سے میرا سنھراؤ کر ڈالیں گے پہلے ہی دو جگہوں سے نوکری جاتی رہی ہے اور بیوی نے آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے۔

(سر پر ٹوپی رکھ کر آئینہ دیکھتا ہے اور پھر ٹوپی دوسری کرسی پر رکھ دیتا ہے)

(رسالدار شہامت خاں آتا ہے)

شہامت خاں وہ بیٹھا ہے۔ اب تاخیر فضول ہے۔ ایک دم ہلا کرتا ہوں۔

ریاض (شہامت کو دیکھ کر) اخاہ کوئی اور بھی آ گئے۔

شہامت (آگے آکر) آداب عرض کرتا ہوں جناب

ریاض آداب عرض حضور (کھڑا ہو جاتا ہے) جھک کر ہاتھ ہلاتا ہے)

شہامت (علیحدہ) جناب خط و خال کا عجیب مجموعہ ہیں۔ گویا کسی نے بدشکلی کا مجسمہ تراش کر رکھ دیا ہے۔ خیر مجھے اس سے کیا۔ مجھے بیٹی سے

کام ہے۔ باپ سے کیا واسطہ۔

ریاض (علیحدہ) شاید یہ ضامن میاں کے بیٹے ہیں۔

شہامت میری گستاخی معاف فرمائیگا اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ریاض توبہ۔ توبہ گستاخی کی کون بات ہے۔ بلاتکلف تشریف رکھیئے آج دن بہت خوشگوار ہے۔

شہامت (جوش سے) جناب میری زندگی کے تمام دنوں کو خوشگوار بنانا آپ کے بس میں ہے

ریاض (علیحدہ) بہت جوشیلا نوجوان ہے (بلند آواز سے) کہیئے آپ کے والد کے مزاج تو اچھے ہیں۔

شہامت کوئی دو ہفتہ ہوئے اُن کا خط آیا تھا اسمیں لکھا تھا۔۔۔۔۔۔

ریاض (حیران ہوکر) دو ہفتے معاف کرنا۔ میں نے تو نہیں آج۔۔۔۔۔

شہامت اُس میں لکھا۔ کہ ابھی ان کا ارادہ پشاور ہی میں ٹھیرنے کا ہے

ریاض سچا ہے (علیحدہ) یعنے یہ ضامن علی کا بیٹا نہیں۔ خدا جانے کس کا ہے آپ کا نام نامی۔

شہامت نوکر نے آپ کو نہیں بتایا۔ میرا نام خان بہادر شہامت خاں رسالدار پلٹن نمبر ۵۵

ریاض (اس طرح جیسے اس نے پہچان لیا ہے) ہاں ہاں معاف کرنا۔ بڑی

خوشی ہوئی۔ آپ سے مل کر (علیحدہ) یہ ہے کون

شہامت جناب کو میرے آنے کی وجہ تو معلوم ہی ہو گی

ریاض ہاں بھی کہہ سکتا ہوں اور نہیں بھی کیونکہ معاف کرنا میں دو گھنٹے کے بعد سب سُنا سنایا بھول جاتا ہوں۔ (علیحدہ) یہ مجھ سے واقف معلوم ہوتا ہے (بلند آواز سے) بیشک میں جواب دیسکتا اگر آپ اگر آپ......(مسکراتا ہے)

شہامت میرے والد بھی سپاہی پیشہ ہیں۔ اور میں اُن کا اکلوتا بیٹا ہوں۔

ریاض یعنے ایک ہی........معاف کرنا مجھے آپ کے والد کی کم ہمتی پر افسوس ہے

شہامت خدا بخشے میرے دادا بھی شمشیر آزما تھے اور میرے.......

ریاض (ٹوک کر) شرافت کے لیے اتنا ہی کافی ہے (علیحدہ) یہ مجھے اپنا نسب نامہ کیوں سُنا رہا ہے۔

شہامت آپ کا دوسرا سوال یہ ہو گا۔ کہ میری آمدنی کیا صورت ہے اور اور کس قدر حصّہ ترکہ کی اُمید۔

ریاض معاف کرنا میں اس قدر بیہودگی کیسے کر سکتا ہوں۔

شہامت میری والدہ کے چچا کی وفات پر مجھے بیس ہزار سالانہ کی جاگیر ملیگی

ریاض معقول جاگیر ہے۔ خدا آپ کی اُمید جلد بر لائے۔ اور آپ کی

والدہ......معاف کرنا - آپ کے چچا جلد سفرِ آخرت کر بیٹھے

شہامت فی الحال میری گذر اوقات تنخواہ پر ہے اور ڈھائی ہزار سالانہ
ابا جان عطا فرماتے ہیں - ہمارے خاندان نے کبھی دولت کو نشانِ
شرافت نہیں بنایا - اور مہاجنوں کی طرح روپیہ جمع نہیں کیا
امید ہے - آپ کی تشفی کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا

ریاض (جھک کر) صاحب آپ کے حسنِ اخلاق کی کس منہ سے تعریف
کروں (علیحدہ) اب سمجھا - کہ اعلیٰ طبقہ میں اپنی حیثیت اور کل
کائنات کا صحیح صحیح حال بتانا لوازمات میں سے ہے شرافت
کے لحاظ سے مجھے بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے (بلند آواز سے) سنئے جناب
ہم سب اپنے ماں باپ کے بیس فرزند تھے - جن میں اِس خاکسار
کا پندرھواں نمبر ہے - اوائل عمر میں معاف کرنا......

شہامت (سلسلۂ گفتگو کو روکنے کی کوشش میں) بس جناب بس - اس کے اظہار
کی چنداں ضرورت نہیں -

ریاض (بڑے شد و مد کے ساتھ) میری سکونت جہلم - واقعہ بر دریائے جہلم میں رہی
کہنے میں پنجاب کے اس شہر میں رہنے کے باعث زبان خراب ہوگئی (زبان نکال کر دکھاتا ہے)

شہامت جناب اپنی زندگی کے زرین واقعات سنانے کی کیا ضرورت ہے
(جوش سے) بات یہ ہے - کہ میں آپ کی بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں

ریاض (ٹھٹھک کر) کیا فرمایا آپ نے۔

شہامت اِس سے شادی کرنا میری سب سے بڑی خوش قسمتی ہے۔

ریاض علیحدہ) مہرالنسا کے لئے اِس سے بہتر بر ملنا محال ہے (بلند آواز سے

اچھا آپ تشریف رکھیئے (شہامت اُسکی ٹوپی پر بیٹھا چاہتا ہے) آپ

کے قدم برچشم (ٹوپی کی طرف اشارہ کرکے) مگر ٹوپی پر نہیں۔

شہامت اُہو (نہایت ادب سے ٹوپی اُٹھا کر ریاض کو دیتا ہے ٹوپی کے اندر دیکھ کر)

ضامن علی۔ اچھا اپنے نام کا کارڈ بھی ٹوپی کے اندر رکھا ہے۔

ریاض مگر آپ کو کیسے معلوم ہُوا کہ میں یہاں ہوں۔

شہامت آپ کی بیگم صاحبہ نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔

ریاض اچھا تو آپ اُن سے مِل آئے ہیں۔ اور وہ آپکے ارادہ سے بھی باخبر ہیں

شہامت اور آپ کی بیٹی کی طرح وہ بھی شادی پر رضامند ہیں۔

ریاض یعنے تمام بات چیت ہو گئی۔

شہامت اب صرف آپ کی اجازت درکار ہے (کھڑے ہو کر)

ریاض تو مجھے کب انکار ہے۔ خدا عُمر دراز کرے۔ زندگی با برکت ہو

شہامت (خوش ہو کر) میں کِس طرح شُکریہ ادا کروں۔

ریاض اِس طرح کہ میری بیٹی سے ہمیشہ محبت کرتے رہو۔ کیونکہ وہ مجھے ایسی

ہی پیاری ہے گویا میری ہی بیٹی ہے۔

شہامت گویا میری ہی بیٹی ہے" گیا درحقیقت وہ آپ کی بیٹی نہیں۔

ریاض میں اُس کا سوتیلا باپ ہوں۔

شہامت مگر لوگ تو آپ ہی کی بیٹی بتاتے ہیں۔

ریاض معاف کرنا۔ میری ہوئی تو کیا۔ اور میری بیوی کی ہوئی تو کیا ہاں تو شادی کا کب ارادہ ہے۔

شہامت فوراً۔ ابھی۔ آج ہی۔ اسی وقت

ریاض آپ پنجابی ہیں۔ اس لئے جوش زیادہ ہے۔ معاف کرنا۔ آپ لوگوں کو ترنگ جلد آتی ہے۔ مگر جلد مدھم پڑ جاتی ہے (مسکراتا ہے)

شہامت مگر باوجود پنجابی ہونے کے مجھے آپ کے پاس آتے ڈر لگتا تھا کیونکہ مجھے کسی نے بتایا تھا۔ کہ آپ رفاقت نامی کسی شخص پر بہت مہربان ہیں

ریاض رفاقت سے میری سرسری ملاقات ہے۔ ہاں اُنہوں نے میری بیٹی کو دو ایک دفعہ کچھ تحفے ضرور دیئے تھے۔ مگر ہا ہا (ہنستا ہے)

شہامت ہاہا ہا (ہنستا ہے) (علیحدہ) یہ ہنس کس بات پر رہے ہیں۔ بلا سے خواہ ہنسیں یا روئیں۔ میرا مطلب تو نکل گیا۔ (بلند آواز سے) اب مجھے اجازت دیجئے۔

ریاض جاتے ہیں آپ۔ اچھا خدا حافظ (مصافحہ کرتا ہے شہامت چلا جاتا ہے دوسرے دروازے سے رفاقت بغل میں رجسٹر دبائے۔ ٹوپی کندھے پر لٹکائے

داخل ہوتا ہے)

رفاقت آخر کار میں نے آپ کو ڈھونڈ پایا

ریاض غالباً شاید یہی ہیں جنہیں مجھے ٹوپی پہونچانے کی خدمت پر لگایا گیا ہے

رفاقت آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ میرا عرض کرنا بے سود ہے۔

ریاض معاف کرنا۔ ہاں بھی کہہ سکتا ہوں اور نہیں بھی۔ کیونکہ دو گھنٹے کے بعد میں سب سنا سنایا بھول جاتا ہوں اگر آپ اگر آپ.... (مسکراتا ہوا)

رفاقت دو گھنٹے سے آپ کی تلاش میں خاک چھان رہا ہوں (ریاض کو روک کر جو کچھ کہنا چاہتا ہے) اس نے مجھے بتایا کہ وہ مجھے دو چٹھیاں لکھ چکی ہے۔ جن میں سے ایک بھی مجھے نہیں ملی۔ اب مکان پر گیا۔ تو سب حال معلوم ہوا۔ انہوں نے مجھے بتایا۔ کہ آپ یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اس لئے بھاگا بھاگ آ رہا ہوں۔

ریاض معاف کرنا۔ میری خطا۔ میرا قصور۔ میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے

رفاقت جناب۔ وہ بھی جوان ہے۔ میں بھی جوان ہوں۔ آپ بھی کبھی جوان تھے۔ اس لئے.........

ریاض خیر اگر اب تو معاف کرنا۔

رفاقت جناب وہ خوبصورت ہے۔ مجھے بھی بدشکل خیال نہیں کرتے آپ پر کبھی بلا کا حسن ہوگا۔

ریاض میں اور جبین معاف کرنا ۔میں نے عمر بھر میں یہ پہلی دفعہ سنا ہے

رفاقت آپ تھے اور ضرور تھے ۔اگر آپ کو اس میں شک ہے تو قانون کے روسے شک کا فایدہ آپ کو ملنا چاہیئے ۔جناب ہماری خطا یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبّت کرتے ہیں ۔

ریاض معاف کرنا ۔آپ محبّت کرتے ہیں ۔کس سے

رفاقت میں ایک اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہوں ۔اللہ بخشے میرے دادا

ریاض سپاہی تھے ۔نہیں (علیحدہ) وہ تو دوسرے شخص کا دادا تھا ۔

رفاقت نہیں جناب مرحوم دادا ایک بڑے دوائی خانہ کے مالک تھے ۔ اور میرے والد ....

ریاض بس جناب بس (اسکے منہ پر ہاتھ رکھدیتا ہے) مجھے ابھی پہلا ہی نسب نامہ اچھی طرح یاد نہیں ہوا ۔

رفاقت آپ کا غصہ بجا ہے ۔مجھے پہلے ہی تمام ماجرا بیان کرنا تھا ۔لیکن جناب بھی پہلو میں دل رکھتے ہیں ۔اور خیال فرما سکتے ہیں ۔سودائے محبّت کے جوش میں انسان کیا کچھ نہیں کر گذرتا ۔

ریاض (علیحدہ) نوکر کی طرح یہ بھی دیوانہ ہے ۔معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر کوئی پرائیوٹ پاگل خانہ ہے (بلند آواز سے رک رک کر) دیکھو میاں صبر کرو ۔تامّل کرو حوصلہ سے کام لو ۔کیا یہ دورہ اکثر ہوتا ہے ۔

رفاقت ہمیشہ ہوتا ہے اور ہوتا رہیگا۔ جبتک آپ معاف نہ فرمائیں گے جناب ہم ایک خوبصورت سی کوٹھی لیں گے اور آپ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے۔ ہم بڑھاپے میں آپ کے نگران ہوں گے۔ جب آپ بستر مرگ پر پڑینگے۔ تو ہمارے آیندہ بچے آپ کے پلنگ کے گرد حلقہ باندھکر کھڑے ہوجائیں گے۔ اور جب آپ داغ مفارقت دیں گے۔ تو وہ آپ کی مقدس آنکھیں بند کرینگے۔

ریاض معاف کرنا۔ اور اپنے بچوں سے کہہ دینا کہ وہ کبھی میری آنکھوں کے سامنے نہ آئیں۔

رفاقت یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ فرمایئے۔ فرمائیے۔ خدارا فرمایئے۔ کہ اپنے صدق دل سے ہمیں معاف کیا۔ اور اپنے خطا کار داماد کو گلے لگا لیجیئے۔

ریاض داماد۔

رفاقت اور بیچاری مہرالنسا پر مہر ہی رکھیئے۔ ناراض نہ ہوجیئے۔

ریاض اپنی پیاری بیٹی سے ناراض اور میں۔ آخر کیوں۔

رفاقت اس لئے کہ جو کچھ اُس نے کیا۔ خطا ہے کیا آپ کو سب حال معلوم نہیں

ریاض میں کیا جانوں۔ آپ ......

رفاقت اُنہوں نے کہا تھا کہ آپ سب حال سے آگاہ ہیں +

ریاض میاں بہتر ہوگا۔ کہ اس گڑبڑ جھالے کو کم کرنے کے لئے ہم شروع سے گفتگو کریں۔ مثلاً میرا نام ہے مولوی ریاض پروفیسر خوش نویسی اور آپ کا نام۔

رفاقت بندے کو مرزا محمد رفاقت بیگ کہتے ہیں۔

ریاض (علیحدہ) اب سمجھا۔ یہ وہی ہے نا جو مہرالنسا کے لئے تحفے لایا کرتا تھا (بلند آواز سے) معاف کرنا۔ آپ چاہتے کیا ہیں۔

رفاقت فقط آپ کی اجازت۔ گو اب اسکی ضرورت نہیں۔ مگر اب ہم اپنے کئے کی معافی چاہتے ہیں جس سے اندریں صورت آپ انکار نہ کرینگے

ریاض معاف فرمائیگا۔ انکار ہیں کرسکتا ہوں اور بڑے زور سے۔ پکار پکار کر کہوں گا۔ مندر کے کلس پہ مسجد کے گنبد پر۔ گرجے کے برج پر کھڑا پر کھڑا ہو کر کہوں گا۔ معاف کرنا ۔ مہرالنسا کی سگائی تو خان بہادر شہامت خاں رسالدار پلٹن نمبر ۵ سے ہو چکی جس کا دادا بھی سپاہی تھا اور باپ بھی سپاہی تھا اور ماں بھی سپاہی ۔۔۔۔۔۔ نہیں نہیں خود بھی سپاہی ہے۔

رفاقت توبہ۔ توبہ۔ سگائی۔ ناممکن۔ کیسے ہو سکتی ہے۔

ریاض جی ہاں ہو سکتی ہے۔ معاف کرنا ۔ وہ اس سے محبت کرتی ہے اور اس کا اقرار کر چکی ہے۔

رفاقت (بگڑ کر) اگر اِس بدمعاش۔۔۔۔۔۔

ریاض (رفاقت کے منہ پر ہاتھ رکھ کر) بس۔بس

رفاقت وہ بدمعاش ہے اگر اُس نے اپنے الفاظ واپس نہ لئے۔تو میں اُس کا سر کچل دُونگا۔

ریاض یعنے میرے داماد کی جان لوگے۔ اور میری بیٹی کو قبل از نکاح بیوہ بناؤگے۔اِس عنایت سے معاف کرنا۔

رفاقت افسوس آپ ایسے بدمعاش کی حمایت۔۔۔۔۔۔

ضامن (علیحدہ) یہ کیا ہے۔رفاقت اِس پہلوان پر آستینیں چڑھا رہا ہے۔

رفاقت (ریاض سے) مجھے روکنا بیکار ہے میرے سر پر خُون سوار ہے جایئے اور اپنے پنجابی سُورما کو کہدیجئے کہ مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔

(ریاض اس کے طیش کو فرو کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ضامن علی آگے آتا ہے)

ضامن بات کیا ہے آخر۔

ریاض کچھ بھی نہیں۔سودا کا زور ہے بیچارا آپے میں نہیں رہا۔آپ خود جایئں اور بازار سے کوئی چلتا ہُوا تعویذ لائیں (رازدارانہ انداز سے) مکمل سودائی ہے ہاں یاد رکھئے۔یہ دیکھ لینا کہ تعویذ چھ شخصوں پر آزملا ہے۔کیونکہ اس مکان کا ہر مکیں پُورا۔پورا دیوانا ہے

(ریاض جاتا ہے)

ضامن میں بات پا گیا۔ رفاقت اب دُوسری دفعہ میری جان بچانے کی فکر میں ہے اور اِس ملک الموت کے بیٹے سے زور آزمائی کر کے جان جوکھوں میں پڑنے والا ہے

(نور جہاں آتی ہے)

نور جہاں یہ کیا چیخم دھاڑ مچا رکھی ہے یہاں

ضامن مجھے تو کچھ خبر نہیں۔ ابھی ابھی آیا ہوں۔ رفاقت سے پُوچھتا ہُوں۔ رفاقت بھائی رفاقت (رفاقت دونو ہاتھوں سے مُنہ ڈھانپے کرُسی پر جھکا ہُوا بیٹھا ہے) کیا سوچ رہے ہو بھائی

رفاقت میں یہ افسوس کر رہا ہوں۔ کمینے کیوں آپ کو راوی کی ترائی میں آرام نہ کرنے دیا۔ میں اب اِس کمبخت شہر کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہنا چاہتا ہُوں۔ جہاں چاروں طرف دھوکے فریب کے جال لگے ہُوئے ہیں۔

(حُسن آرا آتی ہے)

الوداع حُسن آرا بیگم۔ خدا حافظ بیگم صاحبہ۔ رخصت ہوتا ہُوں بھائی ضامن۔ اگر وُہ بدمعاش مجھُ سے راستہ میں دو چار ہُوا۔ تو ایک ہی وار میں جہنم رسید نہ کروں تو رفاقت نام نہیں۔ کوئی اُسے میرا پیغام دیدے۔ کہ میں گھر جا رہا ہوں۔ تا کہ اس شریر کے

فرہاد کا خون اپنی گردن پر لوں۔

نورجہاں خون

حسن آرا اوئی اللہ۔ اس قدر جنوں۔

رفاقت میں جاتا ہوں۔ تاکہ اُسکی خاطر اس کے چاہنے والے پر ہاتھ نہ اُٹھاؤں اور اُس کے آئینہ دِل کو ٹھیس نہ لگاؤں۔ ورنہ میں نہیں کہہ سکتا کہ کیا کر بیٹھوں

ضامن اے کیا واہی تباہی بک رہے ہو۔ یہ فرہاد کون ذاتِ شریف ہیں۔ بھائی رفاقت اطمینان رکھو۔ یہ آپ کے سوا کِسی سے شادی نہیں کر سکتی۔

نورجہاں، حسن آرا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

رفاقت اب کیا ہو سکتا ہے وہ میرے رقیب سے لَو لگا رہی ہے میری شمعِ اُلفت بجھا رہی ہے۔ سب کچھ طے ہو چکا ہے۔ اب اِن تلوں میں کیا دھرا ہے۔

ضامن طے ہو چکا۔ اجی حضرت کچھ بھی نہیں ہوا۔ مختصر یہ کہ میری اجازت کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

نورجہاں اجازت۔ اجازت تو تم دے چکے۔ وہ یہیں کہہ گیا ہے اُس نے تم سے ملاقات کی۔ اور تم نے اُسے فرزندی میں قبول کرنے کی

حامی بھری۔

ضامن مجھ سے ملاقات محض خرافات۔ بالکل معمولی بات۔

حسن آرا ابا جان اپنی بات سے نہ پھریں خدا کے لیے

ضامن بند کرو یہ ہرزہ سرائی۔ ورنہ میں ہو جاؤں گا سودائی (رفاقت سے)
آپ کی شادی اس سے ہو کر رہے گی۔ یہ جھگڑا معمولی بات ہے

حسن آرا (ماں سے لپٹ کر) قسمت پھر پھوٹ گئی میری۔

رفاقت (ضامن سے) میں ممنون ہوں۔ مگر یہ روگ آپ کے بس کا نہیں
آپ تو اس کے باپ نہیں۔

ضامن میں اس کا باپ نہیں۔ تو پھر کون گدھا ہے۔ جاتے کہاں ہیں
آپ معمولی بات ہے۔

(رفاقت جاتا ہے۔ ضامن اُسکے پیچھے جاتا ہے۔ ضامن علی جب دروازے میں داخل ہونے لگتا ہے تو دروازہ زور سے بند ہو جاتا ہے کواڑ ضامن کے ماتھے پر لگتا ہے۔ ضامن کھڑے کا کھڑا رہ جاتا ہے۔ دُوسری طرف سے رمضانی گھبرایا ہُوا داخل ہوتا ہے۔ ضامن علی چوٹ سے بیتاب ہے)

رمضانی حضور۔ سرکار۔

ضامن (ضامن کرسی پر بیٹھ جاتا ہے ماتھے پر ہاتھ ہے) کیا ہے مُردار۔

رمضانی (ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لیجاتا ہے) ایک عورت نیچے آئی ہے۔ کہتی ہے

ہے اُس کو مرزا رفاقت سے ملنا ہے۔ مہرالنسا نام ہے۔ غصّہ سے
آگ ہو رہی ہے۔ چلا رہی ہے کہ کسی نے اُسے دھوکا دیا ہے۔

ضامن (گھبرا کر اور جھوم کر) یہ تو وہی ہے ہرجائی۔ اب کیا ہوگا الٰہی (رمضانی کے کان میں) خبردار کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ تو چل میں ابھی آتا ہوں

(رمضانی جاتا ہے۔ شہامت خاں داخل ہوتا ہے)

شہامت (حسن آرا سے) پیاری۔

ضامن (جاتا ہوا رک کر اور سر ہلا کر) یہ صاحب تو بڑے بے تکلف ہیں۔

حسن آرا شہامت ابا کی نیت پھر ڈانواں ڈول ہے۔

شہامت اتنے بڑے ڈھول کے اندر پول ہے۔ کیا پھر رفاقت کا بھوت سر پر سوار ہے (حسن آرا سر کے اشارے سے "ہاں" کا ایما کرتی ہے)

ضامن یہی رسالدار شہامت خاں ہیں۔

شہامت (عورتوں سے) کبھی نہیں ہو سکتا۔ جبتک اس بدن میں جان ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

ضامن (آگے بڑھ کر) معمولی بات ہے ذرا میری طرف ....

شہامت (یونہی سامڑ کر) میں آپ سے مخاطب نہیں (سلسلہ کلام کو جاری رکھکر عورتوں سے) مایوس نہ ہونا پیاری ......

ضامن (جوش میں) پیاری۔ ارے میرے سامنے یہ گستاخی۔ یہ شرارت

بہ لچھن۔

شہامت (ڈانٹ کر) میں تم سے مخاطب نہیں۔

ضامن (ذرا پیچھے ہٹکر) شہد اکہیں کا۔ مخاطب نہیں۔ مخاطب نہیں کی کیا ہانک لگائی ہے۔

شہامت دیکھو۔ میں آخری دفعہ کہتا ہوں کہ میں تم سے مخاطب نہیں۔ (عورتوں سے متوجہ ہوکر) یہ غنیمت ہے کہ ضامن علی حسن آرا کے باپ نہیں۔

ضامن پھر وہی خرافات

شہامت اُنہوں نے اپنی زبان سے فرمایا کہ وہ حسن آرا کے سوتیلے باپ ہیں

نورجہاں (علیحدہ) یہ کیا بک رہا ہے۔کہیں پی تو نہیں گیا کچھ۔

ضامن (حیران ہوکر) میں اپنی بیٹی کا سوتیلا باپ۔ سنائیے۔ جی کھول کر سنائیے دیکھا جائیگا۔ معمولی بات ہے (رفاقت بیگ بیگ اُٹھائے ہوتا ہے)

ضامن دیکھ بے کراست خان

شہامت شہامت خان۔ خان بہادر شہامت خان۔

(نام سنکر رفاقت کے ہاتھ سے بیگ زمین پر گر پڑتا ہے دھما کا ہوتا ہے)

رفاقت شہامت خاں۔

ضامن تم میری بیٹی سے شادی کے خواستگار ہو اور مجھے جوتیاں

لگانے پر تیار رہو۔

رفاقت یہ حسن آرا سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ ابھی ابھی یہ مہر النسا سے نکاح کی ٹھہرا رہا تھا۔

سب مہر النسا سے

رفاقت ہاں۔ ہاں مہر النسا سے۔ کیا یہ بدمعاش انکار کر سکتا ہے خود اُسکے باپ نے مجھے تمام قصہ سُنایا۔

نورجہاں کیا یہ سچ ہے ؟

ضامن شادی ایک دم دو عورتوں سے

(رمضانی جلدی سے آتا ہے)

رمضانی نہیں جناب بلکہ تین سے

شہامت خاموش ورنہ ....

رمضانی (ذرا رک کر) ارے جا کسی اور کو دھمکا۔ ہم نے تجھ جیسے ہزاروں دیکھ ڈالے۔ بڑا آیا ہے وہ بنکر۔ جب تم فضل دین شاعر سے اُسکی بیٹی کا ناطہ مانگ رہے تھے۔ تو بندہ وہیں اصولاً چھپ کر سُن رہا تھا۔ اب آیا ہوش کیوں میاں مدہوش۔

حسن آرا (رفاقت) فضل دین کی بیٹی کا ناطہ

ضامن اس تعداد میں کچھ اور اضافہ

نورجہاں (غصّے سے شہامت کو) آپ ابھی تک یہیں کھڑے ہیں۔

شہامت میں قسم کھاتا ہوں پیاری۔

حُسن آرا دُور ہو مُردوے۔ تو کون ہوتا ہے۔ مجھے پیاری کہنے والا۔

نورجہاں بیٹیا دُور کرو اس کو۔

شہامت (رفاقت سے) یہ سب آپ کی کرتُوت ہے۔

رفاقت (تن کر) یُونہی سہی

شہامت ذرا نیچے اُترو۔ تو آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو۔ رُوئی کی طرح

توم کر نہ رکھدُوں تو سہی۔

ضامن تین شادیوں میں ناکامی کی رُوسیاہی خُون سے دھونا چاہتا ہے

شہامت پستول یا تلوار

رفاقت جو پسند ہو

شہامت جگہہ

رفاقت جو پسند ہو۔

شہامت وقت

رفاقت جو پسند ہو۔

شہامت میں اِس خانہ بربادی کو روکنے کے لیے لہُو پانی ایک کردُونگا

ایک پشتینی سپاہی جیتے جی یہ ذِلّت گوارا نہیں کرسکتا۔

(آستینیں چڑھا کر رفاقت کی طرف مڑتا ہے)

ضامن (رفاقت کے آگے کھڑا ہو کر) میرے ہوتے میری جان بچانے والے پر کون وار کر سکتا ہے۔

(سب بیچ بچاؤ کی کوشش کرتے ہیں۔ دونو طرف کے دھکوں سے ضامن علی گر پڑتا ہے۔ عجیب مضحکہ خیز شکل بناتا ہے)

(پردہ جلدی سے گرتا ہے)



سین سوم

وہی مکان جو گذشتہ سین میں تھا۔ رمضانی ایک پرانے زمانے کی لمبی تلوار کو صابن سے صاف کر رہا ہے



رمضانی اصولاً مرحوم مرزا رفاقت کہا کرتے تھے۔ اگر میں مارا گیا۔ تو رمضانی میرے دوست آشناؤں سے کہنا کہ مجھے مرتے دم تک اُن کا خیال تھا۔ اور جنہیں میں نہیں جانتا۔ اُنہیں بھی کہنا۔ کہ دمِ واپسیں پر مجھے اُن کا بھی دھیان ہوتا۔ اگر مجھے اُن سے ملاقات کی مہلت ملتی۔ ہائے افسوس اصولاً اللہ بخشے اچھا آدمی تھا۔ مجھے بھی اصولاً اُسکی وفات کا گاہے گاہے رنج ہوگا۔ بیچارا کبھی کبھار کچھ دے ہی مرتا تھا (صابن سے آنکھیں پونچھتا ہے۔ رفاقت آتا ہے)

رفاقت ارے تو کیوں رو رہا ہے۔

رمضانی حضور میں یہ خیال کر رہا تھا۔ کہ اصولاً ایسا ممکن ہے کہ یہی تلوار صاف ہونے سے پہلے آپ کے پیٹ کو آنتوں وغیرہ سے صاف کر دے۔ ہائے۔ ہائے میرا دل غم سے فگار ہو رہا ہے (روتا ہے)

رفاقت (متاثر ہوکر) حوصلہ کرو۔ حوصلہ کرو۔

رمضانی اور یہ اس قدر کُند ہے۔ اصولاً آپ کو کسی قدر تکلیف ہو گی اس سے ہلاک ہونے میں ہائے ہائے۔

رفاقت یہ اگلے وقتوں کے ہتھیار کس مصرف کے ہیں۔ کہیں سے اچھے ڈھونڈ لاؤں گا۔ اسے پھینک دو۔ صاف کرنے کی ضرورت نہیں۔

(رمضانی تلوار پھینک دیتا ہے اُسی وقت ضامن علی نیلی عینک لگائے تبدیل لباس کئے داخل ہوتا ہے تلوار اُس کے قدموں میں گرتی ہے۔ وہ اُچک کر ایک طرف ہو جاتا ہے۔ چوٹ سے بال بال بچتا ہے۔ مگر پیچھے گر پڑتا ہے)

رمضانی اُٹھئے۔ اُٹھئے۔ یہ بڑے حضور موٹر کے لیمپ کیوں آنکھوں پر چڑھائے ہیں

ضامن (جلدی سے عینک اُتار کر) ہاں میری آنکھیں کمزور ہو گئی ہیں۔ ڈاکٹر نے چشمہ لگانے کی تاکید کی ہے معمولی بات ہے (علیحدہ) بھیس بدلنا ضروری تھا۔ ورنہ اُن لچوں سے کوئی نہ کوئی ضرور مجھے پہچان لیتا

رفاقت (ضامن علی کے آنے سے بے خبر) اب جاؤں کہیں سے اچھی سی تلوار لے آؤں۔ میری ٹوپی (اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ ٹوپی نہیں ملتی۔ پھر ضامن علی کی ٹوپی لے کر پہن لیتا ہے) چلو دس منٹ کی بات ہے یہی پہن لیتا ہوں (جاتا ہے)

ضامن عجیب بات ہے رفاقت اور پنجابی رسالدار بڑے اصرار سے کہتے ہیں کہ میں حسن آرا کا اصلی باپ نہیں۔ حالانکہ میری عمر اسی یقین

ہیں گذر گئی۔ اگر عدالت میں یہ شہادت پیش ہوجائے۔ تو باپ
بیٹی کا رشتہ قطع ہوتا نظر آئے (ریاض آجاتا ہے)

ریاض کہاں تشریف رکھتے ہیں بڑے حضور۔

رمضانی واہ بے دُم کٹے لنگور (ضامن سے) حضور فضل دین آپہونچے

ضامن (علیحدہ) فضل دین کون وُہی پہلوان۔ یا سُبحان تو ہی ہے اس
جانِ ناتوان کا نگہبان۔

ریاض معاف کرنا ۔ میرا تیسری دفعہ حاضر ہونا۔ مگر میں یاد کرانا چاہتا
ہوں۔ کہ میں اب تک محروم ہوں۔

ضامن ٹوپی سے۔ جناب میں کچھ ایسی الجھنوں میں پھنسا رہا۔ کہ اس کا
دھیان تک نہ آیا۔ یہ سراسر میرا قصور ہے اور میں صدق دِل
سے معافی مانگتا ہوں (رمضانی سے) آپ کی ٹوپی کہاں ہے۔

رمضانی جناب کہیں الم غلم میں پڑی ہوگی۔ ناہنجار۔ جاتا ہوں تلاش کرتا
ہوں (جاتا ہے)

ریاض (علیحدہ) بیچارے پر میں ناحق برس پڑا۔ مگر میں کیا کرتا۔ غلط فہمی
نے دم ہی نہ لینے دیا (ضامن سے) آپ تو ماشاءاللہ بخوبی سمجھتے
ہوں گے۔ دُوسرے صاحب نے مجھ سے کہا کہ اسکی منگنی میری بیٹی
سے ہوچکی ہے اِس لئے میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ منظوری

ضامن ویری - آپ میرا مطلب سمجھ گئے نا۔
سمجھنے کی ایک ہی کہی - خیر معمولی بات ہے۔
اس لئے میں اسے ملنے یہاں آیا ہوں۔ مگر اب تک ملاقات سے محروم
ہوں۔ ہاں ٹوپی لینے کا بھی خیال تھا۔

رمضانی (آتا ہے) حضور وہاں نہیں۔

ریاض بدقسمتی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے۔ اب بیٹی کو کیا منہ دکھاؤں گا اس
سے وعدہ کر آیا ہوں۔ کہ خوشخبری لے کر گھر آؤں گا۔

ضامن (رمضانی سے) اور کمروں میں تلاش کرو۔

رمضانی جو حکم حضور (جاتا ہے)

ضامن اس معمولی سی بات پر آپ کو اس قدر اصرار ہے۔

ریاض جی ہاں میری بیٹی کی راحت کا اسی پر انحصار ہے۔

ضامن (علیحدہ) یا کردگار - بیٹی کی راحت کا ٹوپی پر مدار (بلند آواز سے)
جناب معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کوئی خاندانی یادگار ہے

ریاض معاف فرمائیگا۔ کبھی فانی انسان بھی خاندانی یادگار ہوا ہے

ضامن میں ٹوپی کے متعلق عرض کر رہا تھا۔

ریاض میں رفاقت کے متعلق گذارش کر رہا تھا۔

ضامن رفاقت

ریاض جی ہاں آج میری بیٹی نے جی کڑا کرکے سب حال کہہ سنایا۔ بیچاری نے
اسے دو چٹھیاں بھیجیں کہ مجھ سے مل کر معاملہ طے کرے۔ لیکن اسے

ایک بھی نہیں ملی۔

ضامن (اس کے دل میں کچھ شک سا پیدا ہوتا ہے) چٹھیاں۔ دو چٹھیاں۔

ریاض قاصد کہتا ہے۔ کہ اس نے یہاں کسی نوکر کو دی تھیں (ایک طرف ہو جاتا ہے)

رمضانی (آتا ہے) حضور اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔

ریاض (رمضانی سے) کیوں بھئی۔ یہاں آج کوئی چٹھیاں دے گیا تھا۔

(رمضانی چور آنکھ سے ضامن کیطرف دیکھتا ہے جو اشارے سے راز چھپانے کا ایما کرتا ہے)

بھائی میں کھڑا کھڑا چلا رہا ہوں۔ تم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ پاگل پن میں زبان بھی بند ہو جایا کرتی ہے کیا۔

رمضانی کیا عرض کروں۔ اصولاً بڑے حضور اشاروں سے منع کر رہے ہیں۔

ضامن کون اُلو کا پٹھا اشارے کر رہا تھا (پھر اشارے کرتا ہے) واہی ہوا ہے کیا

ریاض (رمضانی سے) چٹھیاں ایک خاتون کیطرف سے مرزا رفاقت بیگ کے نام تھیں

ضامن (علیحدہ) چٹھیاں۔ چٹھی رساں۔ یہ مکان۔ بالکل مکمل ثبوت کہ یہ اسی لڑکی کے والد مہربان ہیں۔ جو ہوٹل میں مجھے ملی تھی۔

رمضانی ہاں جناب۔ میں نے ہی تو وہ چٹھیاں لی تھیں (ضامن علی پھر اشارے کرتا ہے) کیوں حضور کیا اصولاً پھر مرض کا دورہ ہوا۔ بلاؤں کسی ڈاکٹر کو۔ اصولاً آپ کو ضرورت ہے شربت انار کی۔

ضامن (علیحدہ) جی چاہتا ہے۔ گدّی سے زبان کھینچ لوں نابکار کی۔

ریاض معاف کرنا - آپ نے کسے دیں۔

رمضانی جناب معاف فرمائیگا۔ عجب بے ڈھنگا سوال ہے بڑے حضور کے ہوتے اور کس کو دیسکتا تھا۔ ہاں اصُولاً اگر یہ نہ ہوتے تو اور بات تھی

ضامن تُو نے مجھے چٹھیاں دیں۔ دیکھنا آسمان نہ پھٹ پڑے کہیں۔ بس تجھ سے لپاڈیے کا اس گھر میں گذارا نہیں۔

ریاض (علیحدہ) اصُولاً کھر کا گھر لاجواب ہے پاگل پنے میں ہر ایک انتخاب ہے (ضامن سے) تو آپ نے اُنہیں کھولا ہو گا۔

ضامن بالکل نہیں۔ مگر معمولی بات ہے میرا مطلب کہ۔ کہ ..... (کوئی بات نہیں بنتی)

ریاض اب اِن کی چنداں ضرورت نہیں۔ شادی ہو ہی جائیگی۔

ضامن شادی ہو ہی جائیگی۔ کس کی (علیحدہ) کہیں اس نیک بخت کو میرے گلے تو نہیں باندھ رہا۔

ریاض میں چاہتا ہوں۔ وہ جلد پروان چڑھے۔ اپنے گھر جائے۔

ضامن (علیحدہ) اپنی میرے گھر پر تباہی آئے۔ (بلند آواز سے) چلیئے دُوسرے کمرے میں چلیں آرام سے باتیں کریں (علیحدہ) ایسا نہو بیگم آدھمکے اور میرے سر پر بجلی چمکے۔

ریاض بہت خوب چلیئے (دونو چلے جاتے ہیں رفاقت داخل ہوتا ہے ہاتھ میں پستول

اور تلوار ہے۔ ٹوپی اُتار کر میز پر رکھ دیتا ہے)

رفاقت تلوار تو کام کی نہیں ملی۔ مگر پستول اچھا ہاتھ آگیا ہے۔ اب آئینہ کے سامنے مشق کر لوں۔ (چلا جاتا ہے۔ نور جہاں آجاتی ہے)

نور جہاں ابھی بالا خانہ سے کیا دیکھتی ہوں کہ میاں دبکے دبکائے پھونک پھونک قدم اُٹھاتے اپنے ہی گھر میں چوروں کی طرح داخل ہوئے ہیں یہ بڑی عینکیں چڑھائے کہاں گھوم رہے تھے۔ خدا جھوٹ نہ بلائے۔ ضرور اس میں کوئی بھید ہے۔ جو مجھ سے چھپاتے پھرتے ہیں۔ بھاڑ میں جائے وہ بیوی جو میاں کی بات بات کا خیال نہ رکھے۔ اگر بیوی میاں کے راز کا پتہ نہ لگائے۔ تو ایسی سہاگ سے رنڈاپا اچھا۔ یہ مردوے بڑے بیوفا ہرجائی ہوتے ہیں۔ انہیں ذرا آرام سے بیٹھا ملا۔ تو سمجھ لو کہ انہوں نے دوسرا نکاح کیا۔ (حسن آرا آتی ہے)

حسن آرا اُمی جان۔ صبح سے میری بائیں آنکھ پھڑک رہی ہے خدا خیر کرے خدا جانے نصیبوں میں کیا لکھا ہے رمضانی تلواریں مانج رہا ہے اور ساتھ ساتھ آنسو بہائے جاتا ہے۔ ایڑی چوٹی پر واروں اس گذران کو۔ ہول پہ ہول آرہا ہے اندر والا بیٹھا جاتا ہے (صوفہ پر بیٹھ جاتی ہے)

نور جہاں بیٹی بُرے دن آتے ہیں تو ہاتھ پاؤں بھی دشمن ہو جاتے ہیں اس رمضانی کو بچوں کی طرح پالا۔ میرے نمک میں مارے۔ دیکھو اب

وہی ہماری جان کا لاگو ہو رہا ہے اور اس سازش میں ساجھی ہے

عورت کی تباہی مرد کے ضمیر میں ہے۔ کوئی مرد کسی عورت کو دھوکا

دینے کا ارادہ کرے۔ بس پھر کیا ہے۔ چپراسی سے جج تک کا ایمان

ٹھکانے نہیں رہتا۔ سو بیٹی تم بھی بڑوں کی جان کو رو بیٹھو۔ اور

شادی کے ارمان کو دُور پار کرو۔

حسن آرا میرا تو پہلے ہی ماتھا ٹھنکا تھا۔ کہ ضرور کوئی بجوگ پڑنے والا ہے

سچ کہا ہے۔ کسی نے کہ شادی ایک لاٹری ہے

نورجہاں ہاں مگر ایسی لاٹری جس میں عورت کے نام کا ٹکٹ کبھی نہیں نکلتا

اور سب کچھ مرد ہی سمیٹ لیتے ہیں۔

حسن آرا اسی لئے تو آپ کی ساڑھی اور زیور کے بل پر ابا کے چہرے پر ہوائیاں

چھوٹنے لگتی ہیں۔ کوئی جانے خیرات مانگتی ہیں۔ آپ اور اس کمائی

میں آپ کا کوئی حصہ نہیں۔ نوج ایسے مرد سے پالا پڑے کسی ماں جائی

(رمضانی جلد جلد قدم اُٹھاتے داخل ہوتا ہے ایک ملاقاتی کارڈ ہاتھ میں ہے)

رمضانی لیجئے جناب وہ خاتون خود ہی خط بن کر آ گئی۔

(نورجہاں کو دیکھ کر کارڈ کو پس پشت کر کے چھپاتا ہے اور آہستہ آہستہ سیٹی بجاتا ہے)

ہوں۔ ہوں بیگم صاحبہ آپ یہاں تشریف رکھتی ہیں۔

نورجہاں ہوں۔ ہوں (حسن آرا سے) تم ذرا اپنے کمرے میں جاؤ۔ میں رمضانی

کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ (حسن آرا چلی جاتی ہے) رمضانی تمہارے ہاتھ میں کیا ہے

رمضانی (پیچھے سے ایک خالی ہاتھ نکالکر) میرے ہاتھوں میں بیگم صاحبہ کچھ بھی نہیں

نورجہاں نہیں دوسرے ہاتھ میں ہے۔

رمضانی (پس پشت کارڈ دوسرے ہاتھ میں لیکر) کچھ بھی نہیں

نورجہاں اچھا دونو ہاتھ ایک ساتھ دکھاؤ

(رمضانی کا بزنس آخر دونو ہاتھ دکھاتا ہے کارڈ نظر آتا ہے جسے نورجہاں لے لیتی ہے رمضانی سر کھجلاتا ہے)

میرا خیال ٹھیک نکلا۔ ضرور کچھ دال میں کالا ہے جاؤ (کارڈ پڑھکر) اُس خاتون کو اندر لے آؤ۔ اور اُسے کچھ نہ بتاؤ۔ کہ کون اُس سے ملاقات کریگا۔ اگر ایک لفظ بھی زبان سے نکالا۔ تو تمہارے سر کی خیر نہیں ہاں سیٹی بجاتے جاؤ اور سیٹی بجاتے آؤ۔ تاکہ مجھے معلوم رہے۔ کہ تم باتیں نہیں کر رہے۔

(رمضانی سیٹی بجاتا جاتا ہے۔ سیٹی کی آواز مدھم ہوتی جاتی ہے واپسی کے وقت جوں جوں نزدیک آتا ہے آواز تیز ہوجاتی ہے اسی طرح رمضانی داخل ہوتا ہے اس کے پیچھے مہرالنسا ہے جس کا لباس پُرتکلف اور شکل پیاری پیاری ہے)

نورجہاں (رمضانی سے) سیٹی بند۔ جاؤ (رمضانی جاتا ہے)

مہرالنسا بیگم معاف کرنا۔ میرا بن بُلائے چلے آنا۔ مگر غرضمند ہوتا ہے دیوانہ

مجھے ایک نوجوان کی تلاش ہے۔ جو اِس مکان میں رہتے ہیں۔

نورجہاں ایسا مضائقہ ہے

مہرالنسا ایک چھوڑ دو خط لکھے۔ مگر ایک کا بھی جواب نہ ملا

نورجہاں کب کی بات ہے۔

مہرالنسا آج ہی تو

نورجہاں (چٹھی متذکرہ سین اوّل کی یاد آتی ہے) یہاں بیٹھیں۔ آپ کا نام مہرالنسا تو نہیں

مہرالنسا جی ہاں۔ بندی کو یہی کہتے ہیں۔ ناحق ضیق میں پھنس گئی۔ وہ مل جائیں۔ تو اِس عذاب سے چھٹکارا ہو

نورجہاں کیا آپ کے خاوند ساتھ آئے ہیں آپ کے۔

مہرالنسا نہیں۔ تو میں اُنہیں کی تلاش میں ماری ماری پھر رہی ہوں۔

نورجہاں اُنہیں کی تلاش میں (علیحدہ) یعنے وہ چٹھی اصل میں ضامن میاں کے نام تھی۔ رفاقت کا نام دکھاوے کے لئے تھا۔ اب جناب یوں ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے پھرتے ہیں (بلند آواز سے) بہن آخری مرتبہ کب ملاقات ہوئی تھی اُن سے۔

مہرالنسا کل رات

نورجہاں (علیحدہ) میری غیر حاضری میں خوب رنگ لائے۔ (مہرالنسا سے مخاطب ہوکر) بہن۔ نوج میں آپ کا دل دکھاؤں۔ پر میں جتائے دیتی

ہوں۔ کہ آپ کے خاوند کی پہلی بیوی موجود ہے۔ سوتن کا جلاپا آپکو رُو نمائی میں ملیگا۔

مہرالنسا ہے ہے میں کہیں کی نہ رہی۔ لُٹ گئی۔ اُجڑ گئی۔ اب میں سمجھی کہ وہ نکاح کو پوشیدہ رکھنے کی کیوں تاکید پر تاکید کرتا تھا۔ دل میں کھوٹ نہ ہوتا۔ تو شرع شریعت کی بات کا ہے کو چھپائی تھی۔

(روتی روتی بیٹھ جاتی ہے)

نورجہاں میں بھی دو دیدے ہوتے اندھی بنی رہی۔ کچھ نہ دیکھا کہ کیا ہو رہا ہے۔ جو ستم ٹوٹنے تھے۔ ٹوٹ چکے۔ اب رونے دھونے اور کوسنے دینے سے کچھ حاصل حصول نہیں۔ صبر کرو۔ جو لکھا تھا ہو گیا۔ ہاں دُنیا کو دکھانا چاہیئے۔ کہ یہ کس کرتوت کے ہیں۔

مہرالنسا مجھے مِلے تو سہی ایک دفعہ۔ آنکھیں نہ نوچ ڈالوں تو کہنا۔

نورجہاں اس کی تکلیف نہ کرنا۔ اب یہ سعادت میں نے اپنے لئے رکھی ہے آپ اس کمرے میں آرام کیجئے۔ میں ابھی آئی (مہرالنسا جاتی ہے) اب اس عیّار۔ مکّار۔ دغاباز۔ فریبی سے ملوں۔ دیکھوں کیا رنگ لاتا ہے۔ کیا بات بناتا ہے۔ وہ میرے دام میں پھنس چکا ذرا مزے سے اس کے تڑپنے کا تماشا دیکھنا ہے۔ دیکھئے کیسی مسکین صورت بنائے چلے آتے ہیں۔

(ضامن علی تفکرات میں ڈوبا ہُوا داخل ہوتا ہے۔ جُونہی اُس کی نظر نورجہاں پر پڑتی ہے تو مُسکرانے کی کوشش کرتا ہے)

ضامن اہا۔ نورجہاں تم یہاں ہو۔ میں تمہیں کو ڈھونڈ رہا تھا۔

نورجہاں (بات کاٹ کر درشتی سے) تم نے مجھے کہا تھا کہ مہرالنسا کی چِٹھی تمہارے لئے نہ تھی۔

ضامن مہر...... النسا۔ کیا کہا۔

نورجہاں کوئی پہیلی نہیں بجھوائی۔ صاف کہتی ہُوں اور صاف جواب سُننا چاہتی ہُوں۔ لگی لپٹی نہیں بھاتی ہیں۔ دو حرفہ جواب دو۔ مہرالنسا کو جانتے ہو یا نہیں۔

ضامن معمُولی بات ہے کچُھ کہہ نہیں سکتا۔ شاید جانتا ہُوں۔ ہاں دُور سے دیکھا ہو گا کبھی۔ کچُھ عرصہ ہُوا۔

نورجہاں میں کل رات کی کہتی ہُوں۔ یہ عرصہ ورصہ لئے پھرتے ہیں۔

ضامن (علیحدہ) بیٹا ضامن میں نہ کہتا تھا۔ کب تک خیر مناؤ گے آخر بیوی کے جُوتے تلے آؤ گے (بلند آواز سے) ہاں کل رات میں کہاں تھا۔

نورجہاں جانے میری بلا۔ وہیں جہاں ہر روز پڑے رہتے ہو۔

ضامن معمُولی بات ہے یعنی شریف ہوٹل۔ میں اکثر وہاں جاتا ہُوں لیکن

ہمیشہ اکیلا۔

نورجہاں اِن اُڑان گھائیوں سے فائدہ۔ خواہ مخواہ بات بڑھاتے ہو۔ سچ سچ کہہ ڈالو۔ قصہ آپ سے آپ تمام ہو جائے گا۔ وُہ بھی بیٹھی ہے دُوسرے کمرے میں۔ وُہ تم سے ملنے آئی تھی۔ اتفاقاً مجھے مِل گئی۔

ضامن معمولی بات ہے ممکن ہے قرائن میرے خلاف ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ۔ کہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (کوئی بات نہیں بنتی)

نورجہاں کون باور کرے گا۔ اِن واہی تباہی بہانوں کو۔ اگر تمام حال نہیں سُناتے۔ تو اپنا گھر سنبھالو۔ میں میکے جاتی ہوں۔ اگر ذرا دروا ز ہ کھولدوں۔ تو میاں کے تمام کرتک بولتے چالتے سامنے آجائیں ابھی وقت ہے صاف صاف کہڈالو جو کہنا ہے۔

ضامن (ناک بھوں چڑھاکر) کل رات تنہائی سے گھبرایا۔ تو ذرا ٹھنڈی سڑک پر گھومنے چلا گیا۔ اور شریف ہوٹل جا نکلا اور بس (یکایک خاموش ہو جاتا ہے)

نورجہاں بس تو کھولوں دروازہ۔

ضامن کیا ضرورت ہے۔ وہاں کھانا کھایا۔ مچھلی باسی تھی۔ طبیعت بے مزہ ہو گئی۔ پھر میں گھر کی طرف مُڑا۔ اور بس

نورجہاں ابھی کہاں بس۔ کہے جاؤ۔

ضامن (دانت نکال کر) جب ملکہ کے بُت کے پاس پہنچا تو مینے اپنے پیچھے پاؤں کی چاپ
سُنی۔ زنانے پاؤں کی چاپ۔ مُڑ کر دیکھا۔ تو ایک نوجوان عورت کھڑی تھی۔ پھر
میں وہاں سے بھاگا اور بس۔۔۔۔۔۔

نورجہاں ابھی بس کہاں۔

ضامن اب بھی بس نہیں اگر تمہیں سب کچھ معلوم ہے تو پوچھنا بے سود ہے۔

نورجہاں اس لیے کہ تمہیں کچھ تو شرم آئے۔ کہے جائیے

ضامن پھر اُس نے نیلہ گنبد کا راستہ پوچھا۔ بس۔۔۔۔۔۔

نورجہاں (ڈپٹ کر) یہ بس بس کی کیا رٹ لگائی ہے کہتے جاؤ۔

ضامن معمولی بات ہے۔ ہاں مینے راستہ بتا دیا۔ چھپانیکی ضرورت نہیں شاید میں
چند قدم اُسکے ساتھ چلا بھی تھا۔ اچھی طرح یاد نہیں اگر اب بھی بس نہیں تقصیر اپنی نہیں

نورجہاں اگرچہ تم بہت سی باتیں چھپا گئے ہو مگر خیر اتنا ہی کافی ہے (چابی دیکر) اب دروازہ
کھولو اور یہاں سے دُور کرو اس نگوڑی کو۔ آئندہ کان ہوتے۔ جبتک
دم میں دم ہے کبھی اکیلا نہ چھوڑونگی تم کو۔

ضامن (چابی لیکر بادلِ نخواستہ دروازہ کی طرف جاتا ہے دروازہ کھولتا ہے خود ایک طرف
کھڑا ہو جاتا ہے) بڑی آفت ہے (بلند آواز سے) دروازہ کھولدیا ہے جناب ادھر آئیے سیدھے
(دروازہ کھُلتا ہے اندر سے رفاقت نکلتا ہے ضامن ہکابکا رہ جاتا ہے)

ضامن کون رفاقت۔

نورجہاں بائیں رفاقت۔ تم میں نے دونوں کو ایک کمرے میں بند کر دیا (رفاقت سے) وہ عورت کہاں ہے
رفاقت اسکی فکر نہ کریں۔ اچھی ہے پہلے تو بہت روئی پیٹی چیخی چلائی۔ مگر پھر اسکی
طبیعت راس ہوگئی۔
نورجہاں سُنی اس او ماتی کی باتیں (ریاض آتا ہے ٹوپی اسی طرح ہاتھ میں ہے)
کون فضل دین۔ میں ایک شاعر کے سامنے اپنی ذلت گوارا نہیں کرسکتی (چلی جاتی ہے)
ریاض (رفاقت سے) اما میرا عزیز داماد۔ آؤ بیٹا میرے سینہ سے لگ جاؤ۔
رفاقت میرے مہربان خسر آداب (گلے ملتے ہیں)
ضامن (علیحدہ) ہیں ان میں صلح کی ٹھہر گئی۔
ریاض میری بیٹی نے تم سے محبت کا اقرار کیا۔ رسالدار و سالدار کو تو جانتی بھی نہیں
رفاقت مجھے یہ پہلے ہی معلوم تھا۔
ضامن (علیحدہ) تو رفاقت مہرالنسا کو پہلے ہی جانتا ہے
ریاض تو شادی کب کی جائے۔
رفاقت اسکی فکر نہ کریں۔ سب انتظام ہو چکا ہے
ریاض تو چلو گھر چلیں۔ وہ انتظار کر رہی ہونگی
رفاقت وہ یہیں آگئی ہیں۔
ضامن (علیحدہ) اس نے مجھے دریا سے نکالا ہے اسلئے میرا فرض ہے کہ میں اسے کنوئیں
میں گرنے سے بچاؤں (رفاقت کو علیحدہ لیجاکر) اس شخص کی بیٹی سے شادی کرنے سے

پہلے ایکدفعہ پھر سوچ لو بھائی یہ یہی عورت کل میرے ساتھ ہوٹل میں تھی۔

رفاقت (ضامن علی کو گلے سے پکڑتا ہے جو صوفا پر گر پڑتا ہے) شہدا کہیں کا شریفوں کی بہو بیٹیوں پر نام رکھتا ہے۔

ضامن معمولی بات ہے میرے گلے سے تو ہاتھ اُٹھاؤ۔

ریاض (ڈر کر دور چلا جاتا ہے) ہیں اسے بھی وہی دورہ ہوتا ہے۔

رفاقت بتا تیرے پاس کیا ثبوت ہے۔

ضامن (چٹھیاں نکال کر دیتا ہے) لو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔

رفاقت (چٹھیاں لیکر) مہر النسا کے خط میرے نام

ضامن تمہارے نام۔ مگر یہ مہر النسا ہے کون

ریاض میری بیٹی اور کون۔

ضامن تمہاری بیٹی۔ تو پھر اس کمرے میں کون ہے شیطان کی خالہ (دروازہ کھلتا ہے اندر سے مہر النسا نکلتی ہے) او ہو یہ تو میری ہوٹل والی مہر النسا نہیں۔

(مہر النسا رفاقت کے پاس جاتی ہے)

رفاقت یہ میری مہر ہے۔ سب کچھ حسب مراد ہے

ضامن (سر ہلا کر) صرف ایک ضامن علی نامراد و ناشاد ہے۔ ارے رفاقت بھائی۔ مینے کل شب کا سب کچا چٹھا بیگم کو کہہ سنایا۔

رفاقت ہیں۔

ضامن سچ ہے اگر مجھے معلوم ہوتا۔ یہ ہوٹل والی نہیں۔ تو میں کیوں سب کچھ بک دیتا۔ میںنے تو اپنے آپ کو بالکل برباد کر دیا۔

(رمضانی آ کر رفاقت سے کہتا ہے)

رمضانی جناب رسالدار آفت خاں انتظار کر رہے ہیں۔

رفاقت اہو لڑائی تو میں بھول ہی گیا تھا۔

ریاض کیا تم لڑو گے۔

ضامن معمولی بات ہے۔ میں بیچ بچاؤ کر دوں گا۔

رمضانی تشریف لائیے۔ رسالدار آفت خان (شہامت خاں آتا ہے)

شہامت (ریاض کے پاس جاکر) میاں ضامن علی صاحب۔ میرا خیال تھا آپ تنہا ہوں گے۔ مجھے آپ سے کچھ عرض کرنا ہے

ضامن ضامن علی نہیں۔ آپ فضل دین ہیں۔

رفاقت فضل دین نہیں۔ مولوی ریاض۔

شہامت (ریاض سے) کیا آپ ضامن علی نہیں۔

ریاض معاف کرنا۔ ہرگز نہیں۔

ضامن (ریاض سے) کیا آپ فضل الدین نہیں

ریاض معاف کرنا۔ مطلق نہیں۔

شہامت واہ وا۔ اب میں سمجھ گیا سب کچھ۔

ضامن — اور میں خاک بھی نہ سمجھا (ٹوپی اُٹھا کر جو رفاقت نے میز پہ رکھی تھی)

رضائی — یعنی اصولاً یہ ریچھ فضل الدین نہیں۔

ضامن — (ٹوپی دکھا کر) تو یہ آپ کی نہیں۔

ریاض — معاف کرنا ۔ میں زور سے انکار کرتا ہوں۔

ضامن — تو آپ نہ تھے جن سے (کُمّے بازی کا اشارہ کرتا ہے) کل رات ہوئی تھی۔

ریاض — معاف کرنا ۔ میں اس عزّت کا مستحق نہیں۔

ضامن — (ڈپٹ کر) تو پھر آپ نے مجھے معافی کیوں مانگنے دی۔

ریاض — معاف کرنا ۔ میں آپ کو کیسے روکتا۔

ضامن — تو میری ٹوپی آپ کے پاس ہے۔

ریاض — میں اُسے لیکر تین چار دفعہ آیا ہوں۔ شکر ہے کہ اب اس سے نجات ملی (ضامن علی ٹوپی اُس سے لے لیتا ہے اور دُوسری ٹوپی ریاض کے ہاتھ میں رہتی ہے)

شہامت — (ریاض سے) جناب میں نے صبح آپ سے سوال کیا ......

ریاض — معاف کرنا ۔ یہ ٹوپی میری ہے پہلے یہ تو عنایت فرمائیے۔

(ٹوپی شہامت سے چھین لیتا ہے)

شہامت — یہ آپ کی ہے ۔ تو پھر کل آپ ہی نے مجھ سے دھینگا مشتی کی تھی۔

ریاض — معاف کرنا ۔ میں نے کبھی یہ فعل خواب میں بھی نہیں کیا۔

ضامن — (علیحدہ) معمُولی بات ہے کل رات یہ ہوا سارے شہر میں چلتی رہی۔

شہامت میں کلب کے باہر کھڑا چند دوستوں سے باتیں کر رہا تھا۔ کہ اچانک کسی نے میری ٹوپی اُچھال دی۔

ریاض معاف کرنا۔ یہ حرکت میری وضع کے خلاف ہے۔

رضائی (علیحدہ) پھر میری مدد کی ضرورت پڑی۔

(ریاض کے ہاتھ سے وہ ٹوپی لیکر جو ضامن اُسکے ہاتھ میں چھوڑ گیا تھا)

رسالدار صاحب یہ ہے آپ کی ٹوپی۔

شہامت ہاں یہی ہے ارے خبیث بہت پارسائی جتا رہا تھا۔ یہ ٹوپی کہاں سے پائی۔ اگر تُو نے مجھ سے نہیں کی ہاتھا پائی۔

رضائی غصہ تھوک دیجئے۔ ذرا میری سُنئے۔ اِن حضرت نے (ریاض کیطرف اشارہ کرکے) آپ ہاتھ نہیں اُٹھایا بلکہ اصولاً بڑے حضور نے (ضامن علی کیطرف اشارہ کرکے) ذرا مشق کی ہے۔

ضامن (علیحدہ) پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑا ہے نمک حرام

رضائی (ضامن علی سے علیحدہ) حضور اصولاً ذرا اندیشہ نہ کریں۔ یہ چھوٹی بیگم صاحبہ سے شادی کے خواہاں ہیں۔ آپ پر دست درازی نہ کرینگے۔

ضامن معمولی بات ہے۔

شہامت (رعب سے) یہ آپ کی حرکت ہے

ضامن ہاں۔ مگر ذرا ادب و آداب سے رہنا۔ کیونکہ برخوردار ہیں تمہارا

آئیندہ خسر ہوں (علیحدہ) اب رفاقت کو بیوی مل گئی۔ تو حسن آرا
کس مصرف کی ہے۔ یہی بیاہ لے۔ معمولی بات ہے۔

بعضانی میں جانتا ہوں کہ اصولاً بگڑی کو بنانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے

(نور جہاں اور حسن آرا آتی ہیں)

ر جہاں جناب ملک الشعرا صاحب (ریاض سے) یہ بہت نامناسب ہے کہ آپکے
سامنے گھر کا جھگڑا لے بیٹھیں مگر......

یاض معاف کرنا۔ میرا نام مولوی ریاض ہے۔

نامن (آگے بڑھکر) ان کا نام ریاض ہے۔ آج تمہیں مغالطہ پر مغالطہ ہو رہے
معمولی بات ہے۔

رجہاں اچھا اگر آپ یہی نام پسند فرماتے ہیں تو ریاض ہی سہی۔ بات یہ ہے
کہ میرے خاوند نے جو حرکت کل رات اس عورت سے......

اقت یہ میری بیوی ہے۔

رجہاں تمہاری بیوی۔

امن ہاں ہاں رفاقت کی بیوی۔ میں نے جو کہا آج تمہیں مغالطہ پر مغالطہ ہو رہا ہے

ہاں مگر میاں تم نے ابھی ابھی مان لیا کہ یہ تمہارے ساتھ تھیں کل رات کو

امن کس مردود نے اسکی کبھی شکل بھی دیکھی ہے بات یہ ہے کہ آج تمہیں
مغالطوں کا دورہ ہو رہا ہے۔

رفاقت اور کل رات بھر تو میں اِن کے مکان پر موجود تھا۔ اور مجھ نے گھر سے قدم بھی نہیں نکالا۔

ریاض مُعاف کرنا۔ میں آپکی تصدیق کرنے پر مجبور ہوں۔

نورجہاں تو یُوں کہو نہ۔ آپ سب مِلکر مجھے بنا رہے ہیں۔

ضامن معمُولی بات ہے۔ میں تو محض تمہیں خوش کرنے کے لئے باتیں سُناتا رہا۔ اگر تم نہیں سمجھی تو میں سمجھ گیا۔ اب لوگوں کے سامنے یہ باتیں جانے دو۔ اور شہامت خاں اور حُسن آرا کی شادی کا انتظام کرو۔

حُسن آرا میرے پیارے ابّا۔

نورجہاں مَیں سمجھی تو نہیں یہ گڑبڑ جھالا۔ مگر خیر مانے لیتی ہُوں سب درست ہے

ضامن معمُولی بات ہے اس بیوقوف رمضانی نے گتھیاں ڈالدیں۔

رمضانی میں نے۔

ضامن (آنکھ مار کر) اور کیا۔ پہلے تو میں اسے برطرف کرنے لگا تھا لیکن میں اسے ایک اور موقع دیتا ہُوں اور حُسن آرا کی شادی کی خوشی میں اسکا ماہانہ دو چند کرتا ہُوں (ریاض سے) آپ کو میری ٹوپی کیسے ملی۔

ریاض جب ہوٹل سے آپ (شہامت سے) میری ٹوپی لے بھاگے۔ تو ناچار مجھے آپ کی ٹوپی اوڑھنی پڑی۔

ضامن (شہامت سے) آپ کی ٹوپی کے اندر فضل الدّین کیا لکھا ہے۔

شہامت یہ ٹوپی بنانے والے کا نام ہے۔

ضامن (نورجہاں سے) معمولی بات ہے۔ اب تو تسلی ہوئی۔

نورجہاں کسی قدر۔ مگر ایک دو باتیں سمجھ میں نہ آئیں۔ اوّل ....

ضامن لوجی۔ پھر امتحان شروع ہوا۔ اب کے وہ پیچ پڑینگے۔ کہ توبہ ہی بھلی۔ میرے دوستو تم ہی سمجھاؤ۔ کہ یہ ہمارے دماغوں پر رحم کریں

سب اکٹھے سنئے بیگم صاحبہ۔

(چاروں طرف سے آوازیں آتی ہیں نورجہاں کانوں میں انگلیاں دیدیتی ہے

نورجہاں بس۔ بس میں سمجھ گئی۔

ضامن شکر ہے میری بیوی سمجھ گئی۔ مگر میں کچھ نہ سمجھا (فٹ لائٹ کے پاس آکر بلند آواز سے) ہم دونوں کو گولی ماریئے (حاضرین سے) آپ فرمایئے آپ بھی کچھ سمجھے۔ بیشک ایسا زیرک اور چیدہ مجمع نہ سمجھے گا۔ تو کون سمجھے گا۔ مقصد فقط بغیر بخش بکنے کے ہنسنا ہنسانا تھا اگر آپ اب تک نہیں ہنسے۔ تو اِس بے جوڑ تقریر پر تو ضرور ہنسیں ورنہ سب جانتے ہیں کہ یہ معمولی بات ہے

(ضامن علی سینہ پر ہاتھ رکھ کر جھکتا ہے پردہ گرتا ہے)



تتمہ

یہ ڈراما فرانسیسی اور انگریزی میں اسی اسلوب پر شروع اور ختم ہوتا ہے۔ تین ٹوپیاں کیسے تبدیل ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ ظاہر ہے مگر ممکن ہے کہ بعض طبائع وضاحت پسند کریں۔ اس صورت میں مناسب ہے کہ مندرجہ ذیل دو سین اضافہ کیے جائیں۔ ڈراما کا عمل اس قدر تیز ہے کہ گانے بجانے کا کسی کو ہوش ہی نہیں رہتا۔ مگر شاید موجودہ عام مذاق گانوں کو یک قلم ترک کرنا پسند نہ کرے۔ اس لیے جو چاہیں حسب پسند مقامات پر گانے رکھ سکتے ہیں۔

سین اوّل

ہوٹل

پردہ باجہ کے ساتھ اُٹھتا ہے اور صرف دورانِ تکلم میں بند ہوتا ہے ورنہ بجے جاتا ہے۔ چار صاحب مختلف میزوں کے قریب بیٹھے ہیں کوئی چائے پی رہا ہے کوئی اخبار پڑھ رہا ہے۔ کوئی تاش ہاتھ میں لیے کسی کا منتظر ہے۔ ...نے میں پروفیسر ریاض آتا ہے اپنی ٹوپی کھونٹے سے لٹکا کر ہاتھ سے اشارہ

کرتا ہے۔ دو لڑکے آتے ہیں۔ اُنہیں ایک گوشہ میں بٹھا کر لکھنا سکھاتا
اس کے بعد شہامت خاں آتا ہے اور ٹوپی میز پہ رکھ کر تاش کھیلنے میں
مشغول ہو جاتا ہے۔ پھر ضامن علی ایک نوجوان عورت کے ساتھ لئے داخل ہوتا
ہے۔ ٹوپی کھونٹی سے لٹکا کر علیحدہ میز پہ بیٹھ جاتا ہے اشارہ سے اس عورت
سے پوچھتا ہے کہ کچھ کھایا ہے یا نہیں۔ اشارہ سے جواب نفی میں ملتا ہے
گھنٹی بجاتا ہے۔ خدمتگار آتا ہے۔ اُسے اشارہ سے کھانا لانے کے لئے
کہتا ہے۔ فٹ لائیٹ کے پاس آکر عورت گاتی ہے۔

غزل

اشکوں سے جب یہ جوش بھری آنکھ بھر گئی　　دل سے مری چڑھی ہوئی گنگا اُتر گئی
جائینگے جاتے جاتے یہ قسمت کے پیچ ہیں　　کیا زُلف ہے کہ ہاتھ لگا اور سنور گئی
بارش میں حسن دخترِ رز کا نہ پوچھئے　　چھینٹا پڑا تو اور بھی رنگت نکھر گئی
یاد آگئیں مجھے کسی کمسن کی شوخیاں　　بجلی تڑپ کے اور بھی بیتاب کر گئی



گا کر نوجوان عورت ضامن علی کے پاس آ بیٹھتی ہے اور اُس کا نام پوچھتی ہے
وہ اپنا نام رفاقت بیگ بتاتا ہے اتنے میں لڑکی کو غش سا آتا ہے ریاض
لڑکوں کو لے کر اندر چلا جاتا ہے۔ ضامن علی ڈاکٹر ڈاکٹر کہتا کھونٹی سے
ٹوپی اُتارنے کے لئے لپکتا ہے مگر اُس کی نظر عورت پر ہے بجائے اپنی

ٹوپی کے پروفیسر ریاض کی ٹوپی لے کر دوڑتا ہے۔ شہامت خاں وا
میز سے ٹھوکر لگتی ہے۔ میز گر پڑتا ہے۔ شہامت خاں اُسے دھکا دیتا
ضامن علی لڑکھڑاتا ہے۔ ٹوپی اُس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے وہ لڑھک
دُور جا گرتی ہے۔ ضامن علی جلدی میں شہامت خاں کی ٹوپی اُٹھا کر بھا
ہے۔ سب اُس کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ ریاض آتا ہے۔ ٹوپی اُٹھا کر دیکھ
ہے۔ جو بہت چھوٹی ہے۔ سر پر نہیں آتی۔ اندر ضامن علی نام لکھا ہو
پڑھتا ہے۔ سر ہلاتا ہے اور ٹوپی ہاتھ میں لیکر چل پڑتا ہے۔

(پردہ گرتا ہے)

سین دوم

(رفاقت اور مہرالنسا آتے ہیں۔ مہرالنسا گاتی ہے)

گانا - بہاگ راگ

تیرے جھگڑے میں رین گئی۔ کہاں گئے چندا۔ کہاں گئی بدری۔ کہاں گئی پریت
کھل گئی بدری چھٹک گئے تارے۔ سوئی گنت رہی۔ بلم تیرے جھگڑے میں

رات گئی

رفاقت پیاری مہرالنسا۔ اب پو پھٹنے کو ہے مجھے جانا چاہیئے۔

مہرالنسا پیارے رفاقت۔ جو یوں جانا ہو تو آیا نہ کرو۔

رفاقت دیکھو اس نکاح کو خفیہ رکھنا ضرور ہے۔ اِس سے زیادہ ٹھہرنے میں سراسر فتور ہے۔ اطمینان رکھو۔ جلد واپس آؤنگا۔ اور تمہارے والد ریاحن سے بات طے کرونگا۔

مہرالنسا تو جلد آنا۔ (رفاقت جاتا ہے)

(گاتی ہے)

غزل

چلے ناسے دم بھر کو مہمان ہو کر مجھے مار ڈالا میری جان ہو کر
یہ صورت ہوئی ہے کہ آئینہ پہروں میرے منہ کو تکتا ہے حیران ہو کر
جواں ہوتے ہی سے اُڑا حسن تم کو پری ہو گئے تم تو انسان ہو کر
حواس آتے جاتے رہے روز وعدہ میری جاں ہو کر نثار دھیان ہو کر

(چلے جاتے ہیں)



دیگر تصانیف

ڈراما روحِ سیاست

وہ معرکتہ الآرا کتاب ہے جس نے عالمِ ادبیات میں انقلاب پیدا کر دیا ہے امریکہ کے زندہ جاوید پریزیڈنٹ ابراہام لنکن کی قابلِ تقلید حیات کے پردہ میں جذباتِ عالیہ کی وہ تصویریں دکھائی ہیں۔ کہ اسلام کے عہدِ اولیٰ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مسیحی روایاتِ ملت بیضا پر عمل پیرا ہو کر کس طرح چار دانگ عالم سے اپنے عزمِ راسخ و استقلال کے طفیل خراجِ تحسین حاصل کرتا ہے۔ اردو زبان میں اپنے رنگ کی ایک ہی چیز ہے۔ ریاست کشمیر کے تمام سکولوں کے کتب خانوں کے لئے منظور ہوئی ہے۔ اور اسے انعامی کتاب قرار دیا گیا ہے۔ اکابر مشاہیرِ عہد مثل ڈاکٹر سر اقبال۔ بھائی پرمانند ایم۔ اے۔ مولوی عبد الغنی ایم۔ اے شیخ نور الٰہی ایم۔ اے۔ پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی نہایت زور سے اس کے مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل جرائد نے اس پر خصوصی ریویو لکھے ہیں۔

لاہور۔ زمیندار۔ سیاست۔ ہمدرد۔ کشمیری۔ بندے ماترم۔ پرتاب کیسری۔ دیش۔ رسالہ تحریک۔ شباب اردو۔

امرتسر۔ روز نامہ وکیل۔ وکیل۔ المنتظر۔ اہلِ حدیث۔ ذوالقرنین

کانپور۔ زمانہ۔ **اعظم گڑھ**۔ معارف۔ **لکھنؤ**۔ الناظر

ورنگ آباد دکن۔ رسالہ اردو (انجمن ترقی اردو کا آرگن قیمت فی جلد ۱۰/

جانِ ظرافت

یک بزمیہ ڈراما ہے جس میں ایک بخیل کے بخالت آمیز کارنامے ہنسی
ل لگی میں سینکڑوں کام کی باتیں سمجھاتے ہیں۔ اصل کتاب مولیئر سے ماخو
ہے۔ اور اس میں وہ تمام چٹکیاں مستور ہیں۔ جو جرمنی کے مشہور ڈراما نگا
لیسنگ اور فارس میں ڈراما کے موجد آغا جعفر کی جدت طبع کا نتیج
ہیں۔ بہت کچھ باتیں مصنفین کی طبع زاد ہیں۔ غرضیکہ اس زعفران زا
کی بالیدگی کے لئے کئی شاداب چمنوں کی خوشہ چینی کی گئی ہے یقین او
مہذب ظرافت کا بہترین نمونہ ہے۔ ریاست کشمیر کے سکولوں کے لئے
منظور ہوئی۔ اس کی خوبی کی اس سے بڑھ کر اور کیا ضمانت ہو سکتی
کہ عالیجناب سر ڈاکٹر اقبال نے اس کا ڈیڈیکیشن منظور فرمایا ہے قیمت ۸/

قزاق

جرمنی کے شہرۂ آفاق فلسفی۔ شاعر اور ڈراما نگار شلر کے ایک دلفریب
ڈراما کو ہندوستانی مذاق کے سانچے میں ڈھال کر دنیا کے نشیب و فرا
اعمال بد کے مآل کار اور محبت کے حقیقی معیار کا مرقع پیش کیا ہے
سوز و گداز کے مناظر دل کو ہرماتے ہیں۔ ایڈیٹر رسالہ اردو اس کی زبا
کو فصیح اور شاندار تصور کرتے ہیں۔ اور جناب لالہ کنور سین صاحب ا

برسٹرایٹ لا چیف جسٹس ہائی کورٹ کشمیر اسے از حد دلچسپ خیال فرماتے ہیں۔ قیمت فی جلد آٹھ آنے (۸/)

ظفر کی موت

بلجیم کے چابکدست اور محیر العقول ڈراما نگار میٹرلنک کی ایک سنگلاخ تصنیف کا سلیس ترجمہ مع حواشی جس میں ایک بہن کی محبت کا جلوہ دکھاکر ان جذبات کو نمایاں کیا ہے۔ جو انسان کے دل ہی میں رہتے ہیں۔ اور جن کا اظہار زبان سے نہیں ہو سکتا۔ انہیں جذبات کا اظہار میٹرلنک کی خصوصیت ہے۔ عجب پُرتاثیر کتاب ہے۔ جس کے مطالعہ کے بعد بھی رقت طاری رہتی ہے۔ قیمت فی جلد ۴/

بگڑے دل

فرانس کے ستم ظریف ڈراما نگار مولیئر کی بہترین تصنیف کا آزاد ترجمہ مبصروں کی رائے میں حسن زبان۔ انداز بیان کے لحاظ سے اس کومیڈی کا جواب ادبیات عالم میں ناپید ہے اور شعار نگاری کا اس سے بہتر نمونہ ملنا ناممکن ہے۔ اس ڈراما میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ ایک شخص بے محابا صداقت شعاری کے ہاتھوں کن الجھنوں میں پھنستا ہے ؛

قیمت فی جلد ۸/



ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب لوہاری دروازہ

لاہور

مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپا